

IslamHouse.com



مرکز اصول
Osoul Center
www.osoulcenter.com



نبی اکرم ﷺ کی نماز کا طریقہ

مع رسالۃ
نماز میں نمازیوں کی غلطیاں

ترجمہ: ابو اسعد قطب محمد الاثری
نظر ثانی: ذاکر حسین وراثت اللہ



Urdu
اردو

براعداد
مرکز اصول

ﷺ

صفة صلاة النبي

مع رسالة

القول المبين في أخطاء المصلين

إعداد

مركز أصول

ترجمه

قطب محمد الأثري



URDU
اردو

ح) المكتبة التعاوني للدعوة والإرشاد وتوعية الجاليات بالربوة، ١٤٤١هـ

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

مركز أصول للمحتوى الدعوي

صفة صلاة النبي ﷺ مع رسالة القول المبين في أخطاء المصلين: اللغة الأردية . / مركز

أصول للمحتوى الدعوي، قطب الأثري. - الرياض، ١٤٤١هـ

١٢٤ ص، ١٢ سم x ١٦,٥ سم

ردمك : ٩٧٨-٦٠٣-٨٢٩٧-٣٨-٤

١- الصلاة ٢- السيرة النبوية أ. الأثري، قطب (مترجم) ب. العنوان

ديوي ٢٥٢,٢ ١٤٤١/٥٩٨٢

رقم الايداع: ١٤٤١/٥٩٨٢

ردمك : ٩٧٨-٦٠٣-٨٢٩٧-٣٨-٤



أعد هذا الكتاب وصمّم من قبل مركز أصول، وجميع الصور المستخدمة في التصميم يملك المركز حقوقها، وإن مركز أصول يتيح لكل مسلم طباعة الكتاب ونشره بأي وسيلة، بشرط الالتزام بالإشارة إلى المصدر، وعدم التغيير في النص، وفي حالة الطباعة يوصي المركز بالالتزام بمعاييرها في جودة الطباعة.

+966 11 445 4900



+966 11 497 0126



P.O.BOX 29465 Riyadh 11457



osoul@rabwah.sa



www.osoulcenter.com



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نبی اکرم ﷺ کی نماز کا طریقہ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على عبده ورسوله محمد وآله
وصحبه أما بعد!

یہ نبی ﷺ کی نماز کی کیفیت کے متعلق کتابچہ ہے جسے میں
نے تمام مسلمان مرد و عورت کی خدمت میں اس چاہت سے پیش
کیا ہے کہ وہ اس کا مطالعہ کریں اور نماز کی ادنیٰ کی میں رسول ﷺ کو
اپنا اسوہ اور نمونہ بنائیں۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«صَلُّوا، كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي». ”تم لوگ نماز ایسے پڑھو جیسے
اور جتنا مجھے پڑھتے دیکھتے ہو“ (بخاری: ۶۳۱)۔

قارئین کرام! طریقہ نماز کی وضاحت کچھ اس طرح ہے۔





کامل وضو کرنا

یعنی اللہ تعالیٰ کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے ہو بہو ویسے وضو کرے جیسا کہ قرآن میں اللہ کا حکم ہے، اللہ نے فرمایا:

﴿يَتَأْتِيهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا
وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ
وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ (المائدة: ٦)۔

”اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو اپنے چہرے کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولو، اور اپنے سروں کا مسح کرو، اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھولو۔“

اور جیسا کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: «لَا تَقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طَهْوَرٍ، وَلَا صَدَقَةٌ، مِنْ غُلُولٍ»

”کوئی بھی نماز بغیر وضو کے قبول نہیں ہوتی اور نہ ہی حرام مال کا صدقہ قبول ہوتا ہے“ (صحیح مسلم: ۲۲۴)۔

نیز نبی کریم ﷺ کا اس شخص سے فرمانا جس نے نماز میں جلد بازی کی تھی: «إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ، فَاسْبِغِ الوُضُوءَ». ”جب آپ نماز پڑھنے کا ارادہ کریں تو کامل وضو کریں“۔ (صحیح بخاری: ۶۲۵۱)۔

☆ قبلہ رخ ہونا، نیت کرنا، اور سامنے سترہ رکھنا

نماز ادا کرنے والا کہیں بھی ہو پورے بدن کے ساتھ قبلہ رخ ہو جائے، اور جس نماز کی ادائیگی کا ارادہ رکھتا ہے چاہے وہ نفلی ہو یا فرض دل سے اس کا قصد و ارادہ کرے، نبی ﷺ نیت کے الفاظ زبان سے ادا نہیں فرماتے، اور نہ ہی آپ ﷺ کے اصحاب، لہذا زبان سے نیت کے الفاظ ادا نہ کرے (بلکہ زبان سے نیت کرنا بدعت ہے)۔

☆ اور نمازی کے لئے مسنون ہے کہ سترہ کے طور پر اپنے سامنے کوئی چیز رکھ لے، چاہے وہ امام ہو یا منفرد، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کا حکم فرمایا ہے۔

☆ نماز میں قبلہ (کعبہ) رخ ہونا شرط ہے، مگر بعض استثنائی مسائل ہیں جن میں شرط نہیں، اور اس کی وضاحت اہل علم کی کتابوں میں موجود ہے۔

فائدہ: جس کے لئے قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھنا شرط نہیں یہ وہ عاجز لوگ ہیں: رسیوں یا زنجیروں میں جکڑا ہوا ایسا شخص جو قبلہ رخ ہونے کی قدرت نہیں رکھتا، گھمسان جنگ کی حالت میں، سیلاب، آگ، درندے، دشمن سے بھاگنے والا، ایسا بیمار جو قبلہ رخ ہونے کی استطاعت

نہیں رکھتا، ان تمام سے یہ حکم ساقط ہو جاتا ہے، یہ لوگ حسب حالت جس طرف چاہیں رخ کر کے نماز ادا کر سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۚ فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ (التغابن: ۱۶) ”حسب استطاعت اللہ سے ڈرو۔“

۳ تکبیر تحریمہ کہنا

تکبیر تحریمہ پکارے یعنی کہے: ”اللہ اکبر“ اور اپنی نظر اپنے سجدہ کی جگہ رکھے۔

۴ رفع یدین کرنا

تکبیر تحریمہ یعنی شروع نماز میں اللہ اکبر کہتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں کندھوں کے برابر تک یا اپنے دونوں کانوں کی لو کے مقابل تک اٹھائے۔

۵ سینہ پر ہاتھ رکھنا

اپنے دونوں ہاتھ سینے پر رکھے، یاس طور کہ داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت، کلائی اور بازو پر رکھے، جیسا کہ وائل بن حجر اور قبیسہ ابن ہلب الطائی عن اَبیہ رضی اللہ عنہما کی حدیث سے ثابت ہے۔

نماز شروع کرنے کی چند دعائیں

دعا استفتاح یعنی نماز شروع کرنے کی دعا پڑھنا مسنون ہے، اور وہ یہ دعا ہے جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: «اللَّهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ، كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اللَّهُمَّ نَقِّنِي مِنْ خَطَايَايَ، كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اللَّهُمَّ اغْسِلْنِي مِنْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ». ”اے اللہ! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اتنی دوری پیدا کر دے جتنی دوری تو نے مشرق و مغرب کے درمیان پیدا کی ہے، اے اللہ! مجھے میرے گناہوں سے اس طرح پاک و صاف کر دے جیسے سفید کپڑا میل و کچیل سے صاف کیا جاتا ہے، اے اللہ! میرے گناہوں کو پانی، برف، اولے سے دھو دے۔“ (صحیح بخاری: ۷۴۴، صحیح مسلم: ۵۹۸)۔

یا چاہے اس کی جگہ یہ دعا پڑھ لے: «سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، وَتَبَارَكَ اسْمُكَ، وَتَعَالَى جَدُّكَ، وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ». ”اے اللہ! تو ہر عیب سے پاک ہے، میں تیری حمد بیان کرتا ہوں، اور تیرا نام با برکت ہے، اور تیری ذات بلند و برتر ہے، اور تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں“ (سنن ابوداؤد: ۷۷۵، سنن الترمذی: ۲۴۲، سنن ابن ماجہ: ۸۰۴، حم ۵۰/۳) (صحیح، ارواء الغلیل: ۳۴۱)۔

☆ ان دعاؤں کے علاوہ نبی کریم ﷺ سے ثابت شدہ کوئی بھی دعا پڑھی جاسکتی ہے، اس میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن افضل یہی ہے کہ باری باری ساری دعائیں پڑھی جائیں، تاکہ آپ ﷺ کی کامل اتباع ہو جائے۔

تعوذ، تسمیہ اور قرأت فاتحہ

پھر اس کے بعد یہ پڑھے: «أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ». اور پھر سورہ فاتحہ پڑھے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: «لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ». ”جو شخص سورہ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی“ (صحیح بخاری: ۷۵۶، صحیح مسلم: ۳۹۴)۔

☆ سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد اگر نماز جہری ہو تو آمین بلند آواز سے کہے، اور اگر نماز سری (آہستہ قراءت والی) ہو تو آمین آہستہ سے کہے، پھر اس کے بعد باسانی جتنا قرآن پڑھ سکتا ہے پڑھے۔

افضل یہ ہے کہ ظہر، عصر، اور عشاء کی نماز میں وساط مفصل (سورۃ عم سے اضحیٰ تک) کی کوئی سورت پڑھے، اور نماز فجر میں طوال مفصل (سورۃ ق سے عم تک) کی کوئی سورت پڑھے، نیز بعض دفعہ رسول اللہ ﷺ سے مغرب کی نماز میں قصار مفصل (سورۃ الضحیٰ سے الناس تک) پڑھنا ثابت ہے، نیز بعض دفعہ رسول اللہ ﷺ سے مغرب کی نماز میں

طوال مفصل اور وساط مفصل بھی پڑھنا ثابت ہے، اور مشروع یہ ہے کہ نماز عصر، نماز ظہر کے مقابلے میں ہلکی ہو۔

❖ رکوع کی کیفیت اور اسکی دعا

پھر اللہ اکبر کہہ کر اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں کندھوں یا دونوں کان کی لوتک لے جا کر رکوع میں جائے، پھر اپنا سر اپنی پیٹھ کے بالکل برابر میں رکھے، اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے پیر کے دونوں گھٹنوں پر رکھ لے، اور انگلیوں کو پھیلائے رکھے، اور رکوع میں پوری طرح ٹھہرا رہے اور یہ دعا پڑھے: «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ» ”میرے عظمت والے رب کی ذات پاک ہے۔“

افضل یہ ہے کہ اس دعا کو تین بار یا اس سے بھی زائد بار پڑھے، نیز اس دعا کے ساتھ یہ دعا پڑھنی مستحب ہے: «سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي»۔ ”اے اللہ! ہمارے رب تیری ذات پاک ہے، ہم تیری حمد و ثنا بیان کرتے ہیں، تو ہمیں معاف کر دے۔“

❖ رکوع سے اٹھنے کی کیفیت اور اس کے بعد پڑھی جانے والی دعا

پھر رکوع سے اپنا سر اٹھائے، اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے

کندھوں یا کانوں کی لو کے برابر اٹھائے، یعنی رفع الیدین کرتے ہوئے چاہے منفرد (تہا) ہو یا بحیثیت امام، یہ دعا پڑھے: «سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ» ”اللہ نے اس شخص کی دعاسن لی جس نے اس کی حمد و ثنا کی۔“

پھر اطمینان سے سیدھا کھڑا ہو کر یہ دعا پڑھے «رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ، مِلءَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَمِثْلَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ»۔ ”اے ہمارے رب! پاکیزہ، مبارک اور خوب خوب تعریف تیرے لئے زیبا ہے، نیز آسمانوں و زمین بھر، اور اس کے علاوہ جتنی تعریف تو چاہے سب تیرے لئے سزاوار ہے“ (صحیح مسلم ۴۷۶)۔

☆ اس کے بعد اگر (امام، مقتدی، منفرد تینوں میں سے ہر ایک) اس دعا کا اضافہ کر دے تو بہتر ہے: «أَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ، أَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ، وَكُنَّا لَكَ عَبْدٌ، اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ»۔ ”اے ثنا و بزرگی والے، بندے نے جو تعریف و بزرگی بیان کی سب سے زیادہ تو اس کا مستحق ہے، اور ہم سب تیرے ہی بندے ہیں، تو جو بھی عطا کرے اسے کوئی روکنے والا نہیں، اور تو جو روک لے، اسے کوئی نوازنے والا نہیں، کسی دولت مند کو اسکی دولت تیرے عذاب سے بچانے میں کوئی فائدہ نہ دے گی،) بلکہ عمل صالح سے نجات پائے گا“ (صحیح حدیث سے یہ دعا بھی ثابت ہے ملاحظہ ہو، صحیح مسلم: ۴۷۷)۔

☆ اگر مقتدی ہے تو رکوع سے اٹھنے کے وقت آخر تک صرف اتنا کہے: ”ربنا و لک الحمد.....“ اور اسے ”سمع اللہ لمن حمدہ“ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔

☆ رکوع سے اٹھنے کے بعد اپنے ہاتھوں کو سینے پر رکھ لیں جیسے رکوع سے پہلے رکھے ہوئے تھے کیونکہ اس کا ثبوت رسول اللہ ﷺ کی ان حدیثوں سے ملتا ہے جو وائل بن حجر اور سہیل بن سعد رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

فائدہ: یہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ کا مذکورہ روایت کی بنا پر اپنا استدلال ہے، جسے بعض لوگوں (اہل حجاز وغیرہ) نے اختیار بھی کیا ہے، اس کے برخلاف جمہور علماء کا موقف ہے کہ ہاتھوں کا چھوڑے رکھنا ہی مستحب ہے اور علامہ البانی رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے، مسئلہ کی وضاحت کے لیے ملاحظہ فرمائیں (الصحیحہ: ۲۲۳، صفحہ صلاة النبی، ص: ۱۲۰-۱۲۱)۔

۹ پہلا سجدہ

اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کرے، اگر آسانی ہو تو دونوں ہاتھوں سے پہلے دونوں گھٹنوں کو رکھے، اور اگر دشواری ہو تو گھٹنوں سے پہلے زمین پر دونوں ہاتھ رکھے، پیر اور ہاتھ کی انگلیاں اس طرح رکھیں کہ وہ قبلہ رخ ہوں، دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ملا کر زمین پر رکھیں، اور سات

اعضاء پر سجدہ کریں، یعنی پیشانی کو ناک کے ساتھ زمین پر رکھیں، اور دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پیر کی انگلیوں کے نچلے حصہ کو زمین پر رکھیں اور تین یا اس سے زائد بار یہ دعا پڑھیں: «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى» ”میں اپنے برتر و بالا رب کی پاکی بیان کرتا ہوں۔“

فائدہ: سجدہ میں جاتے وقت ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے زمین پر رکھنا مطلقاً افضل ہے، اس میں دشواری اور آسانی کی کوئی قید نہیں، اس کے لئے مستدرک حاکم (۲۲۶۱) میں مروی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث اور سنن نسائی (۱۰۹۱) وغیرہ میں اقوی سند سے مروی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سجدہ میں جاتے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر گھٹنوں سے پہلے رکھتے تھے، نیز آپ ﷺ اسی کا حکم بھی دیتے تھے، یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں، اس کے برخلاف سنن ابو داؤد میں مروی وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں گھٹنوں کو پہلے رکھنے کا ثبوت ملتا ہے وہ ضعیف ہے، جس کی صراحت علامہ البانی رحمہ اللہ نے سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ (۹۲۹) اور ارواء الغلیل (۳۵۷) میں کی ہے۔ شیخ الحدیث علامہ عبید اللہ مبارکپوری رحمہ اللہ نے مشکاة المصابیح کی اپنی مشہور شرح مرعاة المفاتیح (۲۲۱-۲۱۶/۳) میں بڑی تفصیل کی ساتھ بیان کیا ہے۔

☆ اس دعا کے ساتھ ساتھ یہ دعا بھی مستحب ہے: «سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي» ”اے اللہ! ہمارے پروردگار! ہم تیری پاکی اور حمد بیان کرتے ہیں، اے اللہ تو مجھے بخش دے۔“

بحالت سجدہ کثرت سے دعا کرنی چاہئے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: «فَأَمَّا الرُّكُوعُ، فَعِظْمُوا فِيهِ الرَّبَّ، وَأَمَّا السُّجُودُ، فَاجْتَهِدُوا فِي الدُّعَاءِ، فَقَمِنُ أَنْ يُسْتَجَابَ لَكُمْ». (مسلم: ۴۷۹) ”رکوع میں اللہ عزوجل کی عظمت بیان کرو، اور سجدوں میں خوب خوب دعا مانگو، یہ تمہاری دعا کے لئے زیادہ مناسب ہے۔“

☆ آپ ﷺ نے فرمایا: «أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ، فَأَكْثِرُوا الدُّعَاءَ». (مسلم: ۴۸۲)۔

”بندہ سجدے کی حالت میں اپنے رب کے فضل و رحمت سے نہایت قریب ہوتا ہے، اس لئے اس حالت میں خوب دعا مانگو۔“

نیز بحالت سجدہ ان دعاؤں میں اپنے لئے اور دیگر مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی بھلائی طلب کی جائے، خواہ یہ نماز فرض ہو یا نفل۔

اور اپنے بازو پہلووں سے، پیٹ دونوں رانوں سے، اور رانوں

کو پڈلیوں سے علحدہ رکھے، اور اپنے بازو زمین سے اوپر اٹھائے رکھے، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: «اعْتَدِلُوا فِي السُّجُودِ، وَلَا يَبْسُطُ أَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ انْبِسَاطَ الْكَلْبِ». ”سجدے میں اعتدال کرو، اور کتے کی طرح بازو پھیلا کر نہ رکھو“۔ (بخاری: ۸۲۲، مسلم: ۴۹۳)۔

❁ دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کی کیفیت

اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدے سے اپنا سر اٹھائے، داہنا پاؤں کھڑا رکھے، اور بائیں پاؤں کو زمین پر بچھالے، اور اس پر بیٹھ جائے، اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنی رانوں اور گھٹنوں پر رکھے، اور پھر یہ دعا پڑھے: «رَبِّ اغْفِرْ لِي، رَبِّ اغْفِرْ لِي، رَبِّ اغْفِرْ لِي، رَبِّ اغْفِرْ لِي، وَاللَّهِمَّ اغْفِرْ لِي، وَارْحَمْنِي، وَاهْدِنِي، وَارْزُقْنِي، وَعَافِنِي، وَاجْبُرْنِي». ”اے میرے رب مجھے بخش دے، اے میرے رب مجھے معاف کر دے، اے میرے رب مجھے در گذر فرما، اے اللہ مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما، مجھے ہدایت دے، مجھے رزق دے، مجھے عافیت دے، مجھے طاقت و قوت دے“۔ (ابوداؤد: ۸۵۰) (ترمذی: ۲۶۷۷) (ابن ماجہ: ۸۹۸) حسن۔

اس جلسہ استراحت (سجدہ سے فارغ ہونے کے بعد) میں ٹھیک سے بیٹھے رہیں یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنے اپنے جوڑ کو پہنچ جائے، جیسے رکوع سے اٹھنے کے بعد ٹھیک سے کھڑے رہیں کہ ہر ہڈی اپنے

جوڑ کو پہنچ جائے۔ کیونکہ نبی ﷺ رکوع کے بعد قیام کو اور دو سجدوں کے درمیان جلسہ (بیٹھنا) کو لمبا کرتے تھے۔ اور اس کی مقدار تقریباً سجدہ جیسی ہوتی تھی (بخاری: ۷۹۲، مسلم: ۴۷۱)۔

❁ ۱۱ ❁ دوسرا سجدہ

پھر اللہ اکبر کہہ کر پہلے سجدے ہی کی طرح دوسرا سجدہ کریں۔

❁ ۱۲ ❁ دوسرے سجدے کے بعد بیٹھنا

اللہ اکبر کہتے ہوئے دوسرے سجدے سے سر اٹھائیں، اور پھر دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے کی طرح تھوڑی دیر بیٹھیں، اس بیٹھنے کو (فقہاء کی اصلاح میں) جلسہ استراحت کہتے ہیں، علماء کے صحیح قول کی بنیاد پر اس کا درجہ استحباب کا ہے، اگر یہ چھوڑ دیں تو کوئی مضائقہ نہیں، نیز اس دوران نہ کوئی ذکر ہے، اور نہ ہی کوئی دعا۔

پھر دوسری رکعت کے لئے اگر آسانی ہو تو اپنے دونوں گھٹنوں پر ٹیک لگاتے ہوئے کھڑا ہو جائے۔ اگر مشقت محسوس ہو تو زمین پر دونوں ہاتھ کا سہارا دے کر کھڑا ہو جائے، پھر سورہ فاتحہ پڑھے اور اس کے بعد قرآن کی جو سورت آسان لگے اس کے ساتھ پڑھے، پھر تمام وہی عمل کرے جو پہلی رکعت میں کیا۔

فائدہ: دوسری رکعت کے لئے زمین کا سہارا لے کر کھڑا ہونا مطلقاً مسنون ہے، کیونکہ دشواری ہو یا آسانی ہر صورت میں رسول اللہ ﷺ کا اسی پر عمل تھا، جیسا صحیح بخاری (۸۲۴) اور سنن نسائی (۱۱۵۳) میں مروی مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث میں صراحت ہے۔ اس کے برخلاف گھٹنوں پر سہارا لے کر کھڑا ہونے پر دلالت کرنے والی حدیث ضعیف ہے، تفصیل کے لئے علامہ البانی رحمہ اللہ کی کتاب سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ (۹۲۹) اور ارواء الغلیل (۳۵۷) کا مطالعہ فرمائیں۔

☆ مقتدی کے لئے یہ قطعاً جائز نہیں کہ وہ امام سے پہلے کوئی بھی عمل کرے۔ کیونکہ نبی ﷺ نے اس سے امت کو ڈرایا اور خبر دار کیا ہے اور امام کے ساتھ ساتھ بھی کوئی عمل کرنا قابل کراہت ہے۔ بلکہ سنت یہ ہے کہ تمام اعمال بلا تاخیر امام کے بعد کئے جائیں، اور امام کی آواز منقطع ہونے کے بعد مقتدی اپنے اعمال کا آغاز کریں، جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: «إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَلَا تَخْتَلِفُوا عَلَيْهِ، فَإِذَا كَبَّرَ كَبِّرُوا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُولُوا: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، وَإِذَا سَجَدَ، فَاسْجُدُوا.» ”امام اقتدا ہی کی خاطر بنایا گیا ہے، لہذا اس سے اختلاف نہ کرو یعنی کوئی بھی عمل اس کے آگے یا پیچھے نہ کرو، جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم لوگ بھی اللہ اکبر کہو، جب

رکوع کرے تو اس کے بعد تم رکوع کرو، اور جب وہ «سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ» کہہ چکے، تو اس کے بعد تم لوگ کہو: «رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ» اور پھر جب وہ سجدے میں چلا جائے، تو اس کے بعد تم لوگ سجدہ کرو۔ (بخاری ۲۲۲، مسلم: ۴۱۴)۔

۱۳ تشہد کی بیٹھک

اگر نماز ثنائی یعنی صرف دو رکعت والی ہو جیسے نماز فجر، جمعہ، عیدین تو دوسرے سجدے سے اٹھ کر اپنے داہنے پاؤں کو کھڑا کر کے اور بائیں پاؤں کو بجھا کر اسی پر بیٹھ جائے، اور اپنے داہنے ہاتھ کو داہنی ران پر رکھ لے، اور سبابہ یعنی شہادت کی انگلی چھوڑ کر اپنی تمام انگلیاں سمیٹے رکھے اور دعا ”لا الہ الا اللہ“ کے ذکر کے وقت شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے رہے، نیز دوسرا طریقہ یہ بھی ہے داہنے ہاتھ کی سب سے چھوٹی اور اس سے متصل بڑی انگلی دونوں کو سمیٹ لے، اور نیچ والی بڑی انگلی کو انگوٹھے سے جوڑ کر گول دائرہ (حلقہ) بنائے، اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے رہے، یہ طریقہ اور بہتر ہے، ویسے دونوں طریقے نبی ﷺ سے ثابت ہیں، افضل یہ ہے، کبھی اس صورت پر عمل کرے، اور کبھی اس صورت پر عمل کرے، اور اپنا بائیں ہاتھ بائیں ران اور گھٹنے پر رکھے رہے، پھر اس کیفیت میں بیٹھنے کے بعد یہ تشہد پڑھے: «التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ، وَالصَّلَوَاتُ

وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ» ”آداب بندگیاں، نمازیں اور پاکیزہ خیراتیں اللہ ہی کے لئے ہیں، اے نبی! آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں، اور سلام ہو ہم پر، اور اللہ کے تمام نیک و صالح بندوں پر، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں“ (بخاری: ۸۳۱، ۱۲۰۲، ۶۳۲۸، ۷۳۸۱، مسلم: ۴۰۲)۔

اور پھر یہ پڑھے: «اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ. اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ.» ”اے اللہ محمد وال محمد کی مدح و ستائش ملا اعلیٰ میں فرما جیسا کہ تونے ابراہیم اور آل ابراہیم کی ستائش فرمائی ہے، بیشک تو لائق تعریف بزرگ ہے، اے اللہ! جو بھلائیاں تونے ابراہیم اور آل ابراہیم کو عطا کی ہیں وہ سب بھلائیاں محمد و آل محمد کو عطا فرما اور انہیں بڑھا کر کئی گنا کر دے، یقیناً تو لائق تعریف بزرگ ہے“ (بخاری: ۳۳۷۰، ۴۷۹۷، ۶۲۵۷، مسلم: ۴۰۶)۔

اس کے بعد پھر چار چیزوں سے اس طرح اللہ کی پناہ طلب کرے:

☆ «اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ»
 ”اے اللہ میں عذاب جہنم سے، عذاب قبر سے، زندگی اور موت کے فتنوں سے، اور مسیح دجال کے فتنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں“
 (مسلم: ۵۹۰)۔

☆ اس کے بعد دنیا و آخرت کی جو بھی بھلائی چاہے وہ اللہ سے مانگے، اگر اپنے والدین یا دیگر مسلمانوں کے لئے دعا مانگے تو کوئی مضائقہ نہیں، چاہے فرض نماز ہو یا نفل، کیونکہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث میں نبی ﷺ کا یہ ارشاد عام ہے جس وقت آپ ﷺ نے انہیں تشہد سکھایا: «ثُمَّ لِيَتَخَيَّرَ مِنَ الدُّعَاءِ أَعْجَبَهُ إِلَيْهِ فَيَدْعُو». وفي لفظ آخر: «ثُمَّ لِيَتَخَيَّرَ مِنَ الْمَسْأَلَةِ مَا شَاءَ». یعنی تشہد کے بعد نمازی کو جو دعاسب سے اچھی لگے اس کے ذریعہ وہ اللہ سے مانگے“ (بخاری: ۸۳۵، مسلم: ۴۰۲)۔

اس سے واضح ہوا کہ یہ عام ہے، دنیا و آخرت کی جتنی چیزیں اس کے حق میں نفع بخش ہیں سب کو اللہ سے مانگ سکتا ہے، اس کے بعد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر داہنے طرف، اس کے بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر بائیں طرف اپنا چہرہ پھیرے۔

تین اور چار رکعت والی نماز کی کیفیت

اگر تین رکعت والی نماز ہے جیسے مغرب، یا چار رکعت والی ہے جیسے ظہر، عصر، عشاء تو پہلے دو رکعت مکمل ہونے کے بعد تشہد یعنی ”التحیات“ پڑھے، اور پھر نبی ﷺ پر درود شریف یعنی ”اللہم صل علیٰ محمد.....“ پڑھے، پھر گھٹنوں پر ٹیک لگائے ہوئے سیدھا کھڑا ہو جائے، اور دونوں ہاتھوں کو اپنے کندھوں یا کانوں کی لو تک اٹھا کر (رفع الیدین کر کے) اپنے سینے پر باندھ لے، جیسا کہ پہلی دو رکعتوں میں کیا تھا، اور اس کے بعد صرف سورۃ فاتحہ پڑھے۔ (بخاری: ۷۵۹، مسلم: ۴۵۱)۔

☆ اور اگر نماز ظہر کی تیسری یا چوتھی رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کے بعد کبھی کبھی کوئی سورۃ پڑھے تو کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں رسول اللہ ﷺ سے اس طرح پڑھنا بھی ثابت ہے (مسلم: کتاب الصلاة ۴۵۲)۔

اور اگر پہلی تشہد پڑھنے کے بعد درود شریف پڑھنا ترک کر دے، تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ اس کا پڑھنا مستحب ہے، تشہد اول میں اس کا پڑھنا واجب نہیں۔

پھر نماز مغرب کی تیسری رکعت کے بعد، اور ظہر، عصر، اور عشاء کی چوتھی رکعت کے بعد تشہد (التحیات) پڑھے، پھر نبی ﷺ پر درود شریف (اللہم صل علی محمد) پڑھے، اور عذاب جہنم، عذاب قبر، زندگی و موت کے فتنے، اور مسیح دجال کے فتنے سے اللہ کی پناہ مانگے اور اس کے بعد کثرت سے دعا کرے، اور اس جگہ اور اس کے علاوہ دوسری جگہوں پر یہ دعا مشروع ہے: «رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً، وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً، وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ». ”اے ہمارے رب تو ہمیں دنیا و آخرت میں بھلائی سے نواز دے، اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچالے۔“ اس بارے میں تفصیل دو رکعت والی نماز کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

☆ واضح رہے کہ دو تشہد والی نمازوں (ظہر، عصر، مغرب، عشاء) میں دوسری تشہد میں بیٹھنے کی کیفیت پہلی تشہد سے الگ ہے، داہنا پیر کھڑا رکھے، اور بائیں پیر کو داہنے پیر کے نیچے سے نکال کر زمین پر بچھائے اور اپنے مقعد (چٹھے) کو پیر پر رکھنے کے بجائے زمین پر رکھے جیسا کہ ابو حمید کی روایت میں رسول اللہ ﷺ کا طریقہ مذکور ہے (صحیح بخاری: ۸۲۸)۔

پھر اس کے بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے ہوئے چہرہ دائیں جانب پھیرے، اور اسی طرح السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے ہوئے اپنا چہرہ بائیں جانب پھیرے۔

سلام پھیرنے کے بعد تین بار اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ کہے ، اور پھر یہ دعا پڑھے : «اللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ، وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ، لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، اللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيٍّ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ». (بخاری: ۸۴۴، ۶۳۳، مسلم: ۵۹۳) لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ، لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ، لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ، مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ، وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ». (مسلم: ۵۹۳)

”اے اللہ تو سلام ہے، اور تجھی ہی سے سلامتی ہے، اے عظمت و بزرگی والے تو بڑی برکت والا ہے، اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، وہ تنہا ہے اس کا کوئی ساجھی نہیں، اسی کی بادشاہت ہے، اور سب تعریف اسی کے لئے ہے، اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔

اے اللہ! تو جو بھی عطا کرے اسے کوئی روکنے والا نہیں، اور تو جو روک لے اسے کوئی نوازنے والا نہیں، کسی دولت مند کی دولت تیرے عذاب سے بچانے میں کوئی فائدہ نہ دیگی (بلکہ عمل صالح سے نجات پائے گا)۔

اللہ ہی معبود برحق ہے، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی سا جھی نہیں، اسی کی بادشاہت، اور اسی کے لئے تمام حمد و ثنا ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت اللہ کی ہی مدد سے ہے، اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے، اور ہم صرف اسی کی بندگی کرتے ہیں، ساری نعمت و فضل اسی کی ہے، اور عمدہ تعریف بھی اسی کے لئے سزاوار ہے، اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں، ہم اسی کے لئے دین (اطاعت) کو خالص کرتے ہیں، اگرچہ کفار کو ناپسند ہو۔“

اس کے بعد ۳۳ بار «سُبْحَانَ اللَّهِ»، اور ۳۳ بار «الْحَمْدُ لِلَّهِ» اور ۳۴ بار «اللَّهُ أَكْبَرُ» پڑھے، یہ پورے نناوے ہوئے، اسے سو پورا کرنے کے لئے یہ «لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ، لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ» (مسلم: ۵۹۷)۔

اس کے بعد آیت الکرسی پڑھے ﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ﴾ [البقرة: ۲۵۵]۔

پھر سورۃ اخلاص :

﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝۱ اللَّهُ الصَّمَدُ ۝۲ لَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝۳﴾
 ﴿لَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ﴾ [الإخلاص: ۱ - ۴]

پھر سورۃ الفلق:

﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝۱ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝۲ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ ۝۳ وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ ۝۴ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ﴾ [الفلق: ۱ - ۵]

پھر سورۃ الناس :

﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝۱ مَلِكِ النَّاسِ ۝۲ إِلَهِ النَّاسِ ۝۳ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝۴ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ ۝۵ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ﴾ [الناس: ۱ - ۶]

ہر نماز کے بعد یہ تینوں سورتیں ایک ایک بار، اور نماز مغرب و فجر کے بعد اسے تین تین بار پڑھنا مستحب ہے، کیونکہ اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث وارد ہے۔

اس کے بعد دس مرتبہ یہ دعا پڑھیں، اور یہ دعا بھی رسول اللہ ﷺ سے پڑھنا ثابت ہے: «لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، يُحْيِي وَيُمِيتُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ».

اگر امام ہے تو (دائیں طرف) سے مڑ کر تین بار استغفر اللہ اور اللهم أنت السلام پڑھنے کے بعد مقتدیوں کے روبرو ہو جائے، اس کے بعد جو اذکار گزشتہ صفحہ میں بیان کیے گئے ہیں انہیں پڑھے۔ اس کی وضاحت رسول ﷺ کی کئی صحیح حدیثوں میں موجود ہے، انہیں میں سے ایک حدیث ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیح مسلم میں مروی ہے (صحیح مسلم: ۵۹۲)۔

واضح رہے مذکورہ بالا تمام اذکار محض سنت ہیں، ان کا پڑھنا فرض کا درجہ نہیں رکھتا۔

سنن رواتب

ہر مسلمان مرد عورت کے لئے نماز ظہر سے پہلے چار رکعت، اور ظہر کے بعد دو رکعت، اور نماز مغرب کے بعد دو رکعت، نماز عشاء کے بعد دو رکعت، اور نماز فجر سے پہلے دو رکعت پڑھنا مستحب ہے، یہ پوری بارہ رکعتیں ہیں، جو سنن رواتب یا سنت مؤکدہ کے نام سے جانی جاتی ہیں، کیونکہ نبی ﷺ حالت حضر (اقامت) میں انہیں پابندی سے پڑھتے تھے اور حالت سفر میں چھوڑ دیتے تھے، البتہ فجر کی سنت اور وتر سفر اور حضر دونوں ہی حالتوں میں پابندی کے ساتھ ادا کرتے تھے، اس میں ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [الأحزاب: ۲۱]

”یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ ہے۔“

اور رسول اللہ ﷺ نے بھی فرمایا ہے: «صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي».

افضل یہ ہے کہ وتر اور موکدہ سنتیں گھر میں پڑھی جائیں، اگر کوئی شخص انہیں مسجد ہی میں پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: «أَفْضَلُ صَلَاةِ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ». فرض نماز کے علاوہ آدمی کی بہترین نماز وہ ہے جو گھر میں ہو (بخاری: ۷۳۱، مسلم: ۷۸۱)۔

نبی ﷺ کے فرمان کے مطابق ان رکعتوں کو برابر پڑھنا جنت میں داخلہ کا سبب ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: «مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يُصَلِّي لِّلَّهِ كُلَّ يَوْمٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً تَطَوُّعًا غَيْرَ فَرِيضَةٍ، إِلَّا بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ». جس کسی نے رات اور دن میں بارہ رکعتیں اجر ثواب کی نیت سے ادا کیں، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا،۔ (مسلم: ۷۲۸)۔

اگر عصر سے پہلے چار رکعتیں، مغرب سے پہلے دو، اور عشاء سے پہلے دو رکعتیں بھی پڑھ لے تو اچھا ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا ہے: «رَحِمَ اللهُ امْرَأَةً صَلَّى أَرْبَعًا قَبْلَ الْعَصْرِ». ”اللہ اس شخص پر اپنی رحمت نازل فرمائے جو عصر سے پہلے چار رکعت نماز پڑھے“۔ [رواہ أحمد، وأبو داود، والترمذی وحسنه، وابن خزيمة وصححه، وإسناده صحيح].

اور ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ، بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ» ثُمَّ قَالَ فِي الثَّلَاثَةِ: «لِمَنْ شَاءَ». [رواه الابخاري] ”ہر دو اذان کے درمیان نماز ہے، ہر دو اذان کے درمیان نماز ہے“ اور تیسری بار فرمایا: ”جو چاہے“۔

اور اگر ظہر سے پہلے چار رکعتیں اور ظہر کے بعد بھی چار رکعتیں پڑھ لے تو اچھا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: «مَنْ حَافِظًا عَلَى أَرْبَعٍ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَأَرْبَعٍ بَعْدَهَا، حَرَّمَ اللهُ تَعَالَى عَلَى النَّارِ». ”جو شخص نماز ظہر سے پہلے چار رکعتیں، اور نماز ظہر کے بعد چار رکعتیں پابندی کے ساتھ پڑھتا ہے اللہ اسے جہنم کی آگ پر حرام کر دیتا ہے“۔ « رواه الإمام أحمد وأهل السنن بإسناد صحيح ».

مطلب یہ ہے کہ نماز ظہر کے بعد سنت راتبہ دو رکعت زیادہ پڑھ لے۔ کیونکہ اصل سنن راتبہ ظہر میں چار رکعت فرض سے پہلے اور فرض کے بعد دو ہی رکعت ہے، تو اگر دو رکعت کا اضافہ کرے تو

آم حبیبہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں وارد فضائل کا مستحق ہو جائے گا۔ اللہ ہی بھلائی کے کاموں میں توفیق عطا کرنے والا ہے۔

باجماعت نماز ادا کرنے کی فرضیت

مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ بڑی تعداد میں لوگ نماز باجماعت کی ادائیگی کو ہیچ و حقیر سمجھتے ہیں، اور بعض علماء کی طرف عطا کردہ آسانی کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں، لہذا میرا یہ فرض بنتا ہے کہ اس مسئلہ کی عظمت اس کی خطرناکی سے لوگوں کو آگاہ کر دوں، کسی بھی مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ ایسے کام کو حقیر و ذلیل سمجھے جس کی عظمت شان اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم میں، اور اس کے رسول ﷺ نے اپنی احادیث میں بیان کی ہو، آپ پر رب کی طرف سے افضل درود سلام ہو۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بکثرت نماز کا ذکر کیا ہے، اور اس کی شان و عظمت، اور پابندی سے اسکی ادائیگی اور اسے باجماعت ادا کرنے کی عظمت کو خوب خوب بیان کیا ہے، نیز وہیں پر اس کے ہیچ سمجھنے، اس کی ادائیگی میں کاہلی و سستی برتنے پر منافقین کی صفت و خصلت قرار دیا ہے۔ اللہ نے اپنی کتاب مبین میں یوں فرمایا:

﴿حَفِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ﴾

[البقرة: ۲۳۸]

”نمازوں کی حفاظت کرو۔ بالخصوص درمیانی والی نماز کی، اور اللہ کے لئے با ادب کھڑے رہا کرو۔“

بندے کا پابندی کے ساتھ نماز کی ادائیگی اور اس کی نظر میں عظمت نماز اور اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ اس کی ادائیگی میں پیچھے رہنے اور اس کی عظمت و شان کو حقیر و ہیج سمجھنے کا علم آپ کو کیسے ہوگا؟ اللہ نے فرمایا:

﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَزْكُوا مَعَ الرَّكْعِينَ﴾ [البقرة: ۴۳]

”اور نماز قائم کرو، اور زکاۃ دو، اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔“

یہ آیت کریمہ فرض نماز باجماعت پڑھنے کے وجوب اور نمازیوں کے ساتھ نماز میں شریک ہونے پر صریح دلیل ہے۔ اگر اس آیت کا مقصود صرف نماز قائم کرنا ہی ہوتا تو آیت کے اخیر میں اس ٹکڑے ”وآزکوا مع الرکعین“ کو ذکر کرنا بے سود ہوتا، اور اگلی و پچھلی آیت کے ٹکڑوں میں کوئی مناسبت باقی نہ رہ جاتی۔ کیونکہ نماز قائم کرنے کا حکم تو آیت کے شروع کے ٹکڑے میں موجود تھا وہ ہے ”أَقِيمُوا الصَّلَاةَ“۔

نماز باجماعت کی فرضیت پر اللہ تعالیٰ کہ یہ فرمان بھی ہے:

﴿وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلَنْفَعُمْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا
أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِنْ وَرَائِكُمْ وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرَى
لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ﴾ [النساء: ۱۰۲]

”اور جب تم ان میں ہو اور ان کے لئے نماز کھڑی کرو تو چاہئے کہ ان کی ایک جماعت تمہارے ساتھ اپنے ہتھیار لئے کھڑی ہو، پھر جب یہ سجدہ کر چکیں تو یہ ہٹ کر تمہارے پیچھے آجائیں، اور وہ دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی وہ آجائے، اور تمہارے ساتھ نماز ادا کرے، اور اپنا بچاؤ اور اپنا ہتھیار لئے رہے۔“

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے باجماعت نماز کی ادائیگی کو جنگ میں واجب قرار دیا، تو حالت امن میں کیسے واجب نہ ہوگی؟

اگر کسی کو باجماعت نماز ترک کرنے کی اجازت و ڈھیل دی گئی ہوتی تو دشمن کے سامنے برسرِ پیکار، اور دشمنوں کے حملوں کے زخموں میں رہنے والوں کو بدرجہ اولیٰ نماز باجماعت ترک کی اجازت ملتی لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا، اس سے معلوم ہوا کہ نماز باجماعت ادا کرنا اہم ترین واجبات میں سے ہے اور کسی بھی شخص کے لئے جماعت سے پیچھے رہنا جائز اور درست نہیں۔

صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَمَرَ بِالصَّلَاةِ فَتَقَامَ، ثُمَّ أَمَرَ رَجُلًا أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ، ثُمَّ أَنْطَلِقَ بِرِجَالٍ مَعَهُمْ حُزْمٌ مِّنْ حَطَبٍ إِلَى قَوْمٍ لَا يَشْهَدُونَ الصَّلَاةَ، فَأُحَرِّقُ عَلَيْهِمْ بَيْوتَهُمْ»۔ (بخاری: ۶۳۳، مسلم: ۶۵۱) ”میں نے ارادہ کیا کہ میں نماز کی اقامت کا حکم دے دوں، اور پھر ایک آدمی کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے، پھر میں اپنے ہمراہ چند ایسے لوگوں کو جن کے ساتھ لکڑیوں کے گٹھے ہوں لے کر ایسی قوم کے پاس جاؤں جو نماز باجماعت میں حاضر نہیں ہوتے اور ان کے گھروں کو آگ سے جلا دوں۔“

صحیح مسلم کی ایک روایت میں جو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم سب دیکھتے تھے کہ نماز باجماعت سے صرف ایسا منافق پیچھے رہتا تھا جس کا نفاق معلوم ہوتا، یا پھر مریض (بیمار) اور اگر مریض بھی دو آدمیوں کے سہارے چل سکتا تو وہ بھی نماز میں حاضری دیتا، مزید فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ہدایت و درستگی کے راستے کی تعلیم دی اور انہیں ہدایت کے راستے کی تعلیمات میں سے جس مسجد میں اذان ہو اس میں نماز پڑھنے کی تعلیم تھی (مسلم: ۶۵۳)۔

نیز عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ایک روایت میں

یوں ہے: «مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَلْقَى اللَّهَ عَدَاً مُسَلِّمًا، فَلْيَحَافِظْ عَلَي هَؤُلَاءِ الصَّلَوَاتِ حَيْثُ يُنَادَى بِهِنَّ، فَإِنَّ اللَّهَ شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ سُنَنَ الْهُدَى، وَإِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدَى، وَلَوْ أَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ كَمَا يُصَلِّي هَذَا الْمُتَخَلِّفُ فِي بَيْتِهِ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ، وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ، وَمَا مِنْ رَجُلٍ يَتَطَهَّرُ فَيُحْسِنُ الطُّهُورَ، ثُمَّ يَعْمُدُ إِلَى مَسْجِدٍ مِنْ هَذِهِ الْمَسَاجِدِ، إِلَّا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ يَخْطُوهَا حَسَنَةً، وَيَرْفَعُهُ بِهَا دَرَجَةً، وَيَحُطُّ عَنْهُ بِهَا سَيِّئَةً، وَلَقَدْ رَأَيْتَنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا إِلَّا مُنَافِقٌ مَعْلُومُ النِّفَاقِ، وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يُؤْتَى بِهِ يَهَادَى بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتَّى يَقَامَ فِي الصَّفِّ». ”جس کو یہ بات پسند ہو کہ وہ کل آئندہ مسلمان بن کر اللہ سے ملے تو چاہئے کہ جہاں بھی ان نمازوں کی ادائیگی کے لئے اذان دی جائے وہاں پابندی سے انہیں ادا کرے، اللہ نے تمہارے نبی کے لئے ہدایت کے طریقے مشروع و مقرر فرمائے اور یہ نمازیں انہیں ہدایت کے طریقے میں سے ہیں اگر تم نے گھر میں پیچھے رہنے والے آدمی کی طرح اپنے گھروں میں نماز پڑھی تو بلاشبہ تم نے اپنے نبی کی سنت چھوڑ دی، اور اگر تم نے اپنے نبی کی سنت چھوڑ دی تو ضرور گمراہ ہو جاؤ گے، اور جو بھی آدمی اچھی طرح وضو کرے، اور مساجد میں سے کسی بھی مسجد میں آنے کا ارادہ کرے، تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم کے بدلے ایک ایک نیکی لکھتا ہے، اور اس

کا ایک درجہ بلند کرتا ہے، اور اس کی ایک برائی مٹاتا ہے۔ ہمارا مشاہدہ ہے کہ ان نمازوں سے جانا پہچانا منافق ہی پیچھے رہتا تھا، اور کبھی تو آدمی دو آدمیوں کے کندھوں کے سہارے لایا جاتا اور صف میں لا کر کھڑا کر دیا جاتا“ (مسلم: ۶۵۴)۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یوں ہے: «إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَلَّمَنَا سُنَنَ الْهُدَى، وَإِنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدَى الصَّلَاةَ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي يُؤَذَّنُ فِيهِ»۔

”اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں ہدایت کے طریقوں کی تعلیم دی، اور ہدایت ہی کے طریقوں میں سے ہے کہ جس مسجد میں اذان دی جائے اس میں نماز باجماعت کی ادائیگی ہو“۔

صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: أَنَّ رَجُلًا أَعَمَّى قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّهُ لَيْسَ لِي قَائِدٌ يَلْتَمِنُنِي إِلَى الْمَسْجِدِ، فَهَلْ لِي رُحْصَةٌ أَنْ أُصَلِّيَ فِي بَيْتِي؟ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: «هَلْ تَسْمَعُ النَّدَاءَ بِالصَّلَاةِ؟» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «فَأَجِبْ»۔

”رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک نابینا شخص آکر کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ مسجد تک پہنچانے والا میرے پاس کوئی شخص نہیں ہے، تو کیا میرے لئے یہ رخصت ہے کہ میں فرض نماز اپنے گھر میں

پڑھ لوں؟ تو نبی کریم ﷺ اسے گھر میں نماز پڑھنے کی رخصت دے دی، پھر جب وہ واپس جانے لگے تو نبی کریم ﷺ نے انہیں بلایا اور پوچھا: ”کیا اذان کی آواز سنتے ہو؟“ تو انہوں نے کہا: ہاں، تو آپ نے فرمایا: ”پھر مسجد میں حاضری دو، یعنی نماز باجماعت ادا کرو“ (مسلم: ۶۵۳)۔

بہت ساری حدیثیں ہیں جو نماز باجماعت ادا کرنے کے وجوب پر اور ان مسجدوں میں نماز قائم کرنے کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں جن مسجدوں میں اللہ نے اپنے نام کا ذکر کرنے کا حکم دیا ہے، لہذا تمام مسلمانوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ اس کا خوب اہتمام کریں، اس کے لئے پیش پیش رہیں، اور اپنی اولاد، اہل خانہ، ہمسایوں اور تمام مسلمان بھائیوں کو نصیحت کریں تاکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی بجا آوری ہو اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے منع کردہ چیزوں سے بچاؤ ہو اور ان اہل نفاق کی شبہت سے دوری ہو جنہیں اللہ نے بہت بڑی مذموم صفت سے موسوم کیا ہے، ان صفات میں سے سب سے بدترین خصلت نماز سے انکی سستی و بے اعتنائی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَدِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَدِيعُهُمْ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كَسَالَىٰ يُرَاءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا ۗ﴾ (۱۴۲) مُذَبَّدِينَ بَيْنَ ذَلِكَ

لَا إِلَى هَتُولَاءٍ وَلَا إِلَى هَتُولَاءٍ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا ﴿١٤٣﴾

[النساء: ۱۴۲-۱۴۳]

”بیشک منافق اللہ سے چالبازیاں کر رہے ہیں اور وہ انہیں اس چالبازی کا بدلہ دینے والا ہے، اور جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی کاہلی کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں، صرف لوگوں کو دکھاتے ہیں اور یاد الہی تو یوں ہی برائے نام کرتے ہیں وہ درمیان میں معلق ڈگمگا رہے ہیں، نہ پورے ان کی طرف، نہ صحیح طور پر ان کی طرف اور جسے اللہ گمراہی میں ڈال دے، تو اس کے لئے کوئی راہ نہ پائے گا۔“

نماز باجماعت کی ادائیگی سے پیچھے رہنا کلی طور پر اس ترک کے اسباب میں عظیم سبب ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ نماز چھوڑنا کفر، گمراہی اور دائرہ اسلام سے خارج ہونا ہے۔ جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: «إِنَّ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ وَالشِّرْكِ، تَرَكَ الصَّلَاةَ». ”آدمی کے درمیان اور کفر و شرک میں داخل ہونے کے درمیان حائل ترک نماز ہے“ (مسلم: ۸۲)۔

ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «الْعَهْدُ الَّذِي بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلَاةُ، فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ». ”ہمارے اور ان (منافق) کے درمیان نماز کا عہد و پیمانہ ہے، تو جس نے اسے ترک کر دیا، یقیناً اس نے کفر کر دیا۔“ (ترمذی: ۲۶۲۱) صحیح

شان نماز کی تعظیم: پابندی سے باجماعت اس کی ادائیگی کے وجوب اور شریعت کے مطابق اسے قائم کر لے، نیز ترک نماز سے بچنے پر قرآن کریم کی بہت سی آیتیں اور رسول اللہ ﷺ کی بہت سی حدیثیں آئی ہیں جو معروف و مشہور ہیں۔

ایک مسلمان پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ اوقات نماز کا خیال کرتے ہوئے اس کی شدید پابندی کرے، کتاب و سنت کے مطابق اسے قائم کرے، اللہ کے گھروں (مساجد) میں باجماعت اپنے بھائیوں کے ساتھ اسے ادا کریں، اللہ سبحانہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول محمد ﷺ کی کامل حکم کی اطاعت کرتے ہوئے اور غضب الہی، اور اس کی درد ناک سزاؤں سے بچاتے ہوئے یہ عبادت بجالائے۔

جب حق ظاہر ہو جائے اور اس کی دلیلیں آشکارا ہو جائیں تو ان کی باتوں کو نقل کر کے ٹال مٹول کرنا جائز نہیں، اس لئے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿فَإِن نَنزَعْنَهُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ [النساء: ۵۹]

”اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی

طرف لوٹاؤ اگر تمہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے، یہ بہت بہتر ہے، اور انجام کے اعتبار سے بھی بہت اچھا ہے۔“

ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [النور: 6۳]

”جو لوگ ان کی مخالفت کرتے ہیں اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی زبر دست آفت نہ آ پڑے، یا انہیں دردناک عذاب نہ پہنچے۔“

یہ بات کسی پر پوشیدہ نہیں کہ نماز باجماعت ادا کرنے میں خوب فائدے اور بے شمار مصلحتیں مضر ہیں، ان میں جو سب سے واضح اور روشن فوائد ہیں، آپس میں تعارف، نیکی اور تقویٰ کے کاموں پر باہمی تعارف حقیقی بات کی تلقین اور اس پر صبر کرنے کی تاکید، پیچھے رہنے والوں کی تشجیع، ناواقف لوگوں کی تعلیم، منافقین سے غصہ و نفرت اور ان کی روش سے دوری، اللہ کے بندوں کے درمیان رسوم عبادت (شعائر) کا اظہار، قول و عمل کے ذریعہ اس کی طرف لوگوں کو دعوت دینا، یہ اور اس کے علاوہ بہت سے بے شمار فوائد ہیں۔

جس کام میں اللہ کی رضا اور دنیا و آخرت کے کاموں کی

درستگی و بھلائی ہو اللہ اس کی ہمیں اور آپ سب کو اپنی توفیق سے سرفراز فرمائے، اور ہم سبھی کو نفس کی اور اعمال کی برائیوں نیز کفار و مشرکین کی مشابہت سے بچالے، وہ بڑا ہی سخی اور کریم ہے۔ و صلی اللہ علی محمد وآلہ وسلم۔







نماز کی صفات سے متعلق غلطیاں

یہ درج ذیل مباحث پر مشتمل ہے:

- ☆ قیام سے متعلق غلطیاں
- ☆ رکوع اور قومہ سے متعلق بعض غلطیاں
- ☆ سجدہ سے متعلق بعض غلطیاں
- ☆ قعدہ تشهد اور سلام سے متعلق چند غلطیاں



نماز کی صفات و کیفیات میں غلطیوں کا بیان

یہ درج ذیل مباحث پر مشتمل ہے:

☆ زبان سے نیت کرنا، اور تکبیر تحریمہ کے ساتھ ہی اس کی ادنیٰگی کو واجب قرار دینا۔

☆ تکبیر، قرأت اور نماز کے جملہ اذکار میں زبان کو حرکت نہ دینا۔

قیام سے متعلق نمازیوں کی بعض غلطیاں

☆ تکبیر تحریمہ نیز رکوع جاتے اور اس سے اٹھتے وقت رفع یدین نہ کرنا۔

☆ ہاتھوں کا ارسال کرنا، انہیں سینے یا اس سے نیچے اور ناف کے اوپر نہ رکھنا، قرأت فاتحہ سے قبل دعا افتتاح اور تعوذ کو ترک کرنا، سورہ فاتحہ مکرر پڑھنا، آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا یا مقام سجدہ کے بجائے کسی اور طرف دیکھنا، نماز میں آنکھیں بند رکھنا، نماز میں حرکت اور لا یعنی فعل کا بکثرت ارتکاب کرنا۔

رکوع اور قومہ کی چند غلطیاں

(تعدیل ارکان نہ کرنا، رکوع اور قومہ میں طہانیت ترک کرنا، دائمی طور پر قنوت کا التزام اور بوقت نوازل اس کا ترک کرنا)

سجدے میں نمازیوں کی بعض غلطیاں

أعضاء سجده کو پورے طور پر زمین پر نہ رکھنا، سجدے میں عدم طہانیت، سجدے کی کیفیت میں غلطیاں بعض أعضاء سجده کے کھولنے یا زمین یا اس کی کسی قسم پر بغیر حائل کے سجده کرنے کو واجب قرار دینا، مریض کے لئے سجده کرنے کی خاطر کسی شی کو اوپر اٹھانا، سجده سہو میں ”سبحان من لا یسہو ولا ینام“ پڑھنا۔

قعدہ، تشہد اور سلام کی چند غلطیاں

(تشہد میں ”السلام علیکم ایہا النبی“ کہنے کی غلطی، نماز میں تشہد یا درود شریف میں لفظ ”سیدنا“ کی زیادتی کرنا۔
تنبیہات: نماز میں انگشت شہادت کو حرکت دینے والے پر نکیر، تسلیم سے متعلق بعض غلطیاں)۔

زبان سے نیت کرنا، اور تکبیر تحریمہ کے ساتھ ہی اس کی ادائیگی کو واجب قرار دینا

زبان سے نیت کرنا جملہ علماء اسلام کے نزدیک نہ واجب ہے نہ مستحب، بلکہ ایسا کرنے والا بدعتی اور شریعت کا مخالف ہے، اور اگر اس کا یہ عمل اس کی مشروعیت کا اعتقاد رکھتے ہوئے ہے تو وہ جاہل، گمراہ اور مستحق تعزیر ہے، بصورت دیگر وہ اس شرط کے ساتھ سزا کا مستحق ہے کہ بیان و توضیح کے بعد بھی اس پر مصر ہو، بالخصوص جب وہ رفع صوت کے ذریعہ بغل والوں کو اذیت پہنچاتا ہو یا اسے بار بار انجام دیتا ہو۔

مختلف ممالک میں مختلف ادوار سے تعلق رکھنے والے علماء کرام نے صراحت کی ہے کہ زبان سے نیت کرنا بدعت ہے، جو اس کے سنت ہونے کا موقف رکھتا ہے وہ غلطی کا شکار ہے^(۱)۔

درج ذیل احادیث اس امر پر دال ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

(۱) ملاحظہ ہو: زاد المعاد (۱/۱۹۳)، فتح القدير شرح ہدایۃ (۱/۲۶۶-۲۶۷)، تلبس ابلیس (۱۹۲)، الانصاف للمرداوی (۱/۱۳۲)، السنن والمبتدعات للقشیری (ص: ۲۵) مرعاة المفاتیح (۳/۸۶)، مجموع فتاویٰ شیخ ابن باز (۴/۲۰۳-۲۰۴)

يَسْتَفْتِحُ الصَّلَاةَ بِالتَّكْبِيرِ. ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نماز کا آغاز تکبیر سے کرتے تھے (۲)۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لِلْمُسِيِّ صَلَاتَهُ عِنْدَ مَا قَالَ لَهُ عَلَّمَنِي يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ لَهُ: «إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ، فَاسْبِغِ الوُضُوءَ، ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ؛ فَكَبِّرْ، ثُمَّ اقْرَأْ بِمَا تيسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ».

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے نماز میں غلطی کرنے والے صحابی سے (جب انھوں نے آپ سے تعلیم کی درخواست کی) فرمایا: جب تم نماز کا ارادہ کرو تو پورے طور پر وضو کر لو، پھر قبلہ کا استقبال کرو، پھر تکبیر کہو، اس کے بعد قرآن سے جو کچھ میسر ہو پڑھو (۳)۔

(۲) صحیح مسلم (۱/۳۵۷) کتاب الصلاة: باب ما یصح صفة الصلاة وما یفتح بہ ویختم بہ الخ (۲۹۸) سنن ابو داود (۱/۴۹۴) ابواب تفریح استفتاح الصلاة: باب من لم یر الجہر بسم اللہ الرحمن الرحیم (۷۸۳) سنن دارمی (۶/۱۵۶) کتاب الصلاة: باب افتتاح الصلاة (۱۳۴۸) مسند احمد (۶/۱۹۴، ۳۱)۔

(۳) صحیح بخاری (۱۱/۳۶) کتاب الاستیذان: باب من رد فقال علیک السلام (۶۲۵۱) صحیح مسلم (۱/۲۹۸) کتاب الصلاة: باب وجوب الفاتحة فی کل رکعة الخ (۳۹۷) سنن ابو داود (۱/۵۳۴-۵۳) ابواب تفریح استفتاح الصلاة: باب صلاة من لا یقیم صلہ فی الركوع والسجود (۸۵۶) جامع ترمذی (۱/۲۴۸-۲۴۹)۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ افْتَتَحَ التَّكْبِيرَ فِي الصَّلَاةِ فَرَفَعَ يَدَيْهِ.

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا آپ نے نماز کی ابتدا تکبیر سے کی اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا^(۴)

اس طرح کے نصوص نبی اکرم ﷺ سے بکثرت ثابت ہیں جو اس بات پر دال ہیں کہ آپ نے نماز کا آغاز تکبیر سے کیا، اور اس سے پہلے آپ نے کچھ نہیں کہا، اس کی تاکید علماء کے اس متفق علیہ قول سے بھی ہوتی ہے کہ زبان و قلب میں جب اختلاف ہو جائے تو اعتبار دل کے عمل کا ہو گا^(۵) پھر تلفظ بالذیۃ سے کیا فائدہ؟ جب کہ دل کے عمل سے اختلاف کی صورت میں اس کے عدم اعتبار پر اجماع ہو چکا ہے۔

کتاب الصلاة: باب ماجاء فی وصف الصلاة، سنن نسائی (۹۹/۲) کتاب الافتتاح: باب فرض التکبیرة الاولى -

(۴) صحیح بخاری (۲۲۱/۲) کتاب الاذان: باب الی این یرفع یدیه (۷۳۸) سنن نسائی

(۲/۹۳) کتاب الافتتاح: باب العمل فی افتتاح الصلاة، سنن ابوداؤد (۴۷۴/۱)

ابواب تفریح افتتاح الصلاة: باب افتتاح الصلاة (۷۴۱)

(۵) موسوعة الاجماع فی الفقه الاسلامی (۱۰۸۸)

اس مقام پر اس شخص کے تناقض کی طرف اشارہ مناسب ہے جو تلفظ بالنیۃ کو مستحب یا واجب قرار دینے کے ساتھ تکبیر سے اس کے اتصال کو واجب قرار دیتا ہے کیوں کہ وہ عین اس وقت جب اس کی زبان تکبیر کے ساتھ مشغول ہے نیت کا تلفظ کیسے کرے گا؟ یہ تو محال ہے۔

تکبیر، قرأت اور نماز کے جملہ اذکار میں زبان کو حرکت نہ دینا

نماز میں بالعموم صادر ہونے والی ایک غلطی:

تکبیر، قرأت اور اذکار میں زبان کو حرکت نہ دینا، بلکہ محض تدبیر قلب پر اکتفا کرنا بھی ہے۔ گویا کہ نماز فقط افعال سے عبارت ہے، اقوال و اذکار پر مشتمل نہیں۔ یہی موقف ابو بکر اصم اور سفیان بن عیینہ کا ہے ان دونوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ ”بغیر تکبیر کے نماز کا آغاز درست ہے“^(۶)۔

اس کے برخلاف جمہور اہل علم نے بصورت عدم عذر قرأت

(۶) المجموع (۳/۲۵۱) البتہ اس میں سفیان بن عیینہ کے بجائے 'ابن علیہ' کا ذکر ہے۔

کی صحت کے لئے اس قدر آواز کو ضروری قرار دیا ہے جسے قاری خود سن سکے (۷) مالکیہ کے نزدیک قرأت کے ذریعہ زبان کو حرکت دینا کافی ہے اختلاف سے بچتے ہوئے اولیٰ یہی ہے کہ ایسی آواز ہو جسے خود سن سکے۔

ایک اہم فقہی غلطی:

سابقہ تفصیل سے اس فقہی رائے کی واضح طور پر تغلیط ہو جاتی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے ساتھی یا قریبی کے پاس سونے کے بعد بحالت جنابت بیدار ہو تو اس کے لئے جائز ہے کہ مہمان کو شک میں ڈالنے سے بچتے ہوئے زبان سے کوئی کلمہ ادا کئے بغیر محض حرکات کے ذریعہ نماز پڑھ لے۔

قیام میں نمازیوں کی بعض غلطیاں

اللہ تعالیٰ کے سامنے قیام کی حالت میں نمازیوں سے متعدد غلطیاں صادر ہوتی ہیں، کبھی وہ سنتوں کو ترک کرتے ہیں اور حق و صواب نیز نبی اکرم ﷺ کے طریقہ نماز سے اعراض کرتے ہیں، تو

(۷) المغنی لابن قدامہ (۱۵۳/۲) المجموع (۳۶۱/۳) الفقہ علی المذہب الاربعہ (۲۳۰/۱)

کبھی مکروہات کا ارتکاب کرتے ہیں، انھیں سنت سمجھ کر یا آباء و اجداد کی تقلید میں ایسا کرتے ہیں۔

یہ غلطیاں مندرجہ ذیل ہیں:

۱- تکبیر تحریمہ، رکوع اور سجدہ کے وقت رفع یدین ترک کرنا

چنانچہ ان میں سے بعض تکبیر تحریمہ، رکوع، قومہ کے وقت تشہد اول سے اٹھنے کے بعد رفع یدین ترک کرتے ہیں جب کہ انھیں میں سے بعض اسے ایسے وقت میں انجام دیتے ہیں جب کہ رفع یدین نماز کی غلطیوں میں سے ایک غلطی ہے مثلاً: نماز جنازہ کی تکبیرات اور نماز عیدین کی تکبیرات زوائد میں رفع یدین کرنا۔ ان میں سے بعض رکوع اور اس سے اٹھتے وقت رفع یدین کے ترک پر بے بنیاد احادیث یا صحیح احادیث کو غلط مفہوم پر محمول کر کے استدلال کرتے ہیں^(۸) مثلاً یہ موضوع حدیث «مَنْ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي الصَّلَاةِ فَلَا صَلَاةَ لَهُ» "جس نے نماز میں ہاتھ اٹھایا اس کی نماز نہیں" (۹)۔

(۸) اس قسم کی احادیث و آثار اور ان پر تفصیلی بحث کے لئے ملاحظہ ہو:

تحفة الاحوذی شرح جامع ترمذی (۱/۲۲۱ تا ۲۲۳)

(۹) یہ حدیث موضوع ہے، اس کو علامہ ابن الجوزی نے 'الموضوعات' (۲/۹۷)

علامہ محمد طاہر پٹنی ہندی نے 'تذکرۃ الموضوعات' (ص: ۳۹) علامہ سیوطی

نے اللالی المصنوعۃ (۲/۱۱) ابن حبان نے 'کتاب الجرح و حین' (۳/۳۶) علامہ

نبی اکرم ﷺ کا طریقہ تھا کہ جب نماز شروع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ مونڈھوں تک اٹھاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے بھی دونوں کو اسی طرح اٹھاتے (۱۰)۔

اس سنت کو تقریباً پچاس صحابہ کرام نے روایت کی ہے، جن میں عشرہ مبشرہ بھی شامل ہیں (۱۱)۔

امام بخاری فرماتے ہیں کہ حسن اور عبد بن ہلال نے فرمایا کہ تمام صحابہ کرام رفع یدین کرتے تھے، ان دونوں نے کسی صحابہ کی

جورقانی نے 'الاباطیل' (۳۹۰) علامہ ابن قیم نے 'المنار المنیف' (۱۲۹) اور علامہ البانی نے 'سلسلة الاحادیث الضعیفة' (۵۶۸) میں ذکر کیا ہے۔

اس کی سند میں مامون بن احمد ہروی موجود ہے، جسے علامہ جورقانی نے 'دجال من الدجالۃ، کذاب، وضاع، خبیث' ابن الجوزی نے 'کذاب' ابن حبان نے 'دجال من الدجالین' اور علامہ البانی نے 'دجال یضح الحدیث' کہا ہے، علامہ ذہبی اور ابن قیم نے بھی اسے 'وضاع' قرار دیا ہے۔

(۱۰) صحیح بخاری (۲/۱۹-۱۸) کتاب الاذان: باب رفع الیدین فی التکبیرۃ الاولی مع الافتتاح سواء (۴۳۵) و باب رفع الیدین اذا کبر واذا رکع واذا رفع (۳۶، ۳۷)، صحیح مسلم (۱/۹۳-۲۹۲) کتاب الصلاة: باب استحباب رفع الیدین حذوا لمنکبنین مع تکبیرۃ الاحرام الخ (۳۹۱، ۳۹۰)

(۱۱) اس امر کی صراحت علامہ عراقی نے 'التقریب الاسانید' میں فرمائی ہے، ملاحظہ ہو: طرح التثریب فی شرح التقریب (۲/۲۵۴)۔

کوئی تخصیص نہیں کی^(۱۲) یہ سنت نبویہ متواتر ہے جیسا کہ علامہ ذہبی نے صراحت کی ہے^(۱۳)۔

رفع یدین کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ انگلیاں پھیلا کر رکھی جائیں، ان کے درمیان فصل نہ کیا جائے اور نہ ان کو سمیٹا جائے^(۱۴)۔

نبی اکرم ﷺ دونوں ہاتھ کبھی مونڈوں تک اور کبھی کان کے اوپری حصے تک لے جاتے تھے^(۱۵)۔ نیز رفع یدین کبھی تکبیر کے

(۱۲) تلمیذ الحبیر (۱/۲۳۳) بحوالہ جزء رفع الیدین للبخاری۔

(۱۳) اس سلسلے میں علامہ ذہبی کا قول مجھے نہیں مل سکا، البتہ علامہ سیوطی نے

'اللازہار المتناثرۃ فی الاخبار المتواترۃ' میں اس کی صراحت کی ہے، ملاحظہ ہو

مرعاة المفاتیح (۳/۵۰)

(۱۴) یہی موقف جمہور اہل علم کا ہے اور یہی موقف قوی ہے۔ انگلیوں کے

درمیان فصل کرنے کا موقف جسے بعض فقہاء نے اختیار کیا ہے مرجوح

ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: المغنی (۲/۱۳۸) نیل الاوطار (۲/۱۸۲)

تحفة الاحوذی (۱/۲۰۰)

(۱۵) مونڈھوں تک اٹھانے کا ثبوت ابن عمر کی متفق علیہ روایت اور ابو داؤد

(۱/۵۸۹، ۲۶۷) ترمذی (۱/۲۴۹) اور ابن ماجہ (۱/۳۳۷) میں مروی

ابو حمید ساعدی کی روایت میں ہے، اور کان کے اوپری حصے تک اٹھانے

کا ثبوت صحیح مسلم (۱/۳۰۱، ۲۹۳) میں مروی وائل بن حجر اور مالک بن

حویرث کی روایت میں ہے۔

ساتھ، کبھی اس کے بعد اور کبھی اس سے پہلے کرتے تھے (۱۶) اس تفصیل سے اس شخص کی غلطی واضح ہو جاتی ہے جو دعا کی کیفیت پر رفع یدین کرتا ہے۔

۲- ہاتھوں کا ارسال کرنا یعنی انھیں سینہ پر یا سینہ اور ناف کے درمیان باندھنے کے بجائے چھوڑے رکھنا

[نمازی کا نماز کی حالت قیام میں اپنے داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا ضروری ہے، صحیح بخاری میں ہے]:

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّاسُ يُؤَمَّرُونَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ الْيَمَنَى عَلَى ذِرَاعِهِ الْيُسْرَى فِي الصَّلَاةِ.
سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ نماز میں ہر شخص اپنا دایاں ہاتھ بائیں بازو پر رکھے (۱۷)۔

(۱۶) تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرنے کا ثبوت واکل بن حجر کی روایت میں ہے، جو سنن ابو داؤد (۱/۴۶۵) کتاب الصلاة: باب رفع الیدین فی الصلاة (۷۲۵) میں مروی ہے اور تکبیر کے بعد اور اس سے پہلے رفع یدین کرنے کا ثبوت علی الترتیب مالک بن حویرث اور ابن عمر کی روایت میں ہے، ان دونوں کی تخریج امام مسلم نے صحیح (۱/۲۹۲-۲۹۳) کتاب الصلاة: باب استحباب رفع الیدین حدو المنکبین (۳۰۹، ۳۰۹) میں کی ہے۔

(۱۷) صحیح بخاری (۲/۲۲۳) کتاب الاذان: باب وضع الیمینی علی الیسری (۷۴۰) مؤطا مالک (ص: ۵۵-۵۶) باب وضع الیدین احدھا علی الاخری فی الصلاة، سنن کبری (۲/۴۴) کتاب الصلاة: باب وضع الید الیمینی علی الیسری فی الصلاة (۲۳۲۶)

اور سنن بیہقی میں ہے :

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّا مَعَشَرَ الْأَنْبِيَاءِ أُمِّرْنَا أَنْ نُؤَخَّرَ سُحُورَنَا وَنُعَجَّلَ فِطْرَنَا، وَأَنْ نُمْسِكَ بِأَيْمَانِنَا عَلَى شِمَائِلِنَا فِي صَلَاتِنَا».

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہم انبیاء کی جماعت کو حکم دیا گیا کہ سحری میں تاخیر کریں اور افطار میں تعجیل، اور نماز میں اپنے داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھیں (۱۸)۔

ان دونوں حدیثوں سے ارسال کرنے والوں کی غلطی مبرہن ہو جاتی ہے، کیوں کہ دائیں کو بائیں پر رکھنا ہی نبی اکرم ﷺ اور سابق انبیائے کرام کا طریقہ ہے (۱۹) نیز سنت یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو سینے پر اور داہنے ہاتھ کو بائیں ہتھیلی کی پشت، کلائی اور بازو پر رکھا جائے۔

(۱۸) سنن کبری (۲/۴۴) کتاب الصلاة: باب وضع الید الیمنی علی الیسری فی الصلاة (۲۳۲۹)

(۱۹) ارسال کا موقف امام مالک کی طرف بھی منسوب ہے، لیکن یہ مدونہ کی عبارت کے فہم میں ان کے خلاف غلط بیانی ہے نیز مؤطا میں ان کی صراحت کے خلاف ہے، اس حقیقت کو مالکیہ اور دیگر علماء کی ایک جماعت نے مستقل تالیفات (جو شروح و مطولات میں ضمنی مباحث کے علاوہ تقریبات میں کتابوں پر مشتمل ہیں) میں بے نقاب کیا ہے، جیسا کہ شیخ بکر ابو زید نے اپنی کتاب 'التعالیم' (ص: ۱۰۰) میں صراحت کی ہے۔ (مؤلف)

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ: لَأَنْظُرَنَّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ كَيْفَ يُصَلِّي؛ فَتَنظَرْتُ إِلَيْهِ؛ فَقَامَ؛ فَكَبَّرَ، وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى حَادَتَا بِأُذُنَيْهِ، ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى كَفِّهِ الْيُسْرَى وَالرُّسْغِ وَالسَّاعِدِ.

وائِل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ارادہ کیا کہ ضرور نبی اکرم ﷺ کی نماز کی کیفیت دیکھوں گا، فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا آپ نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو تکبیر کہی اور دونوں ہاتھ کان کے برابر اٹھائے، پھر داہنے ہاتھ کو بائیں ہتھیلی کی پشت، کلائی اور بازو پر رکھا^(۲۰)۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی اور اس کی کلائی و بازو پر رکھا اور آپ سے یہ بھی ثابت

(۲۰) سنن نسائی (۲/ ۹۷-۹۸) کتاب الافتتاح: باب موضع اليمين من الشمال في الصلاة، سنن ابو داود (۱/ ۳۶۵-۳۶۶) ابواب تفریح افتتاح الصلاة: باب افتتاح الصلاة (۲۷۶، ۲۷۷)، سنن کبری (۲/ ۴۳) کتاب الصلاة: باب وضع اليد اليميني على اليسرى في الصلاة (۲۳۲۳)، مسند احمد (۴/ ۳۱۸)، سنن دارمی (۶/ ۱۷۲) کتاب الصلاة: باب قبض اليمين على الشمال في الصلاة (۱۳۵۳)۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے جیسا کہ امام ابن خزیمہ، امام ابن حبان، علامہ نووی، حافظ ابن قیم اور علامہ البانی نے صراحت کی ہے، ملاحظہ ہو: ارواء الغلیل (۲/ ۶۹) صحیح ابو داود (۱/ ۱۴۰) صحیح نسائی (۱/ ۱۹۴)۔

ہے کہ بسا اوقات آپ داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑتے تھے^(۲۱)۔ یہ حدیث اس بات پر دال ہے کہ ایک سے دوسرے کو پکڑنا سنت ہے اور پہلی حدیث کے مطابق ایک پر دوسرے کو رکھنا سنت ہے، لہذا ہر ایک سنت ہے^(۲۲)۔ بعض نمازیوں کی ایک غلطی مذکورہ دونوں سنتوں کو بیک وقت اختیار کرنا بھی ہے، بایں صورت کہ داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر اس کی کلائی کو خنصر اور انگوٹھے سے پکڑتے ہوئے رکھا جائے اور تینوں انگلیاں پھیلا کر رکھی جائیں، جیسا کہ بعض متاخرین کی کتابوں میں مذکور ہے^(۲۳)۔

(۲۱) سنن نسائی (۲ / ۹۷) کتاب الافتتاح: باب وضع الیمین علی الشمال فی الصلاة، سنن کبریٰ (۲ / ۴۳) کتاب الصلاة: باب وضع الید الیمینی علی الیسری فی الصلاة (۲۳۲۴)، سنن ابن ماجہ (۱ / ۲۶۶) کتاب اقامة الصلاة الخ: باب وضع الیمین علی الشمال فی الصلاة (۸۱۰، ۸۰۹)۔

(۲۲) البتہ پہلی حدیث قوی ہے، نیز اس باب میں وارد احادیث میں سب سے صحیح ہے، نیز دوسری فعلی احادیث اس کی موافقت میں وارد ہیں اس لئے اس کے مطابق ایک کو دوسرے پر رکھنا ہی اولیٰ ہے۔

(۲۳) اس کیفیت کو بعض علماء نے دونوں حدیثوں کے درمیان تطبیق کی خاطر اختیار کیا ہے، صاحب مرعاة ان کا یہ قول نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں 'تطبیق کے لئے اس تکلف کی کوئی ضرورت نہیں اس لئے کہ تطبیق کی ضرورت تعارض کے بعد ہوتی ہے، اور تعارض یہاں مفقود ہے کیوں کہ مختلف وقتوں میں ان دونوں کا صدور عین ممکن ہے' >> مرعاة المفایح (۳ / ۶۰)

ان کی ایک غلطی دونوں ہاتھوں کو الٹ کر رکھنا بھی ہے، ان میں سے بعض کا عقیدہ ہے کہ یہ کثرت خشوع کا باعث ہے حالانکہ یہ مذکورہ طریقہ نبوی کے مخالف ہے۔

۳- قرأت فاتحہ سے قبل دعاء استفتاح اور تعوذ کو ترک کرنا

بیشتر نمازی لوگ نماز میں دعائے استفتاح اور تعوذ کو ترک کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ دونوں نماز کے مستحبات میں سے ہے (۲۴)۔ اور فرمان الہی: ﴿فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ﴾ [النحل: ۹۸]۔ ”قرآن پڑھنے کے وقت راندے ہوئے شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کرو“ کے عموم کے پیش نظر ہر رکعت میں تعوذ کی مشروعیت ہی زیادہ واضح ہے، یہی شوافع کا صحیح ترین مذہب ہے (۲۵) اور اسی کو حافظ ابن حزم نے راجح قرار دیا ہے (۲۶)۔

(۲۴) مؤلف کی طرح اکثر اہل علم نے تعوذ کو مستحب ہی قرار دیا ہے، ان لوگوں نے مذکورہ آیت کریمہ میں امر کو ندب پر محمول کیا ہے۔ لیکن آیت کے ظاہری مفہوم سے وجوب کا تعین ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ اس مقام پر کوئی قرینہ صارفہ نہیں، واللہ اعلم بالصواب۔

(۲۵) المجموع (۳/۲۸۰-۲۸۱)

(۲۶) المحلی (۳/۲۴۷)۔ اس سلسلے میں اہل علم کا دوسرا قول یہ ہے کہ ایک ہی تعوذ کفایت کر جائے گا اسی کو عطاء، حسن بصری، نخعی، ثوری، ابو حنیفہ اور احمد (ایک قول کے مطابق) نے اختیار کیا ہے، اسی موقف کو حافظ ابن قیم نے

۴- سورہ فاتحہ کو مکرر پڑھنا

مکمل سورۃ فاتحہ یا اس کے بعض حصے کو مکرر پڑھنا نمازی کے لیے مکروہ ہے۔ اس لئے کہ یہ نہ تو آپ ﷺ سے منقول ہے نہ آپ ﷺ کے صحابہ سے، یہی موقف بشمول ائمہ اربعہ جمہور اہل علم کا ہے۔ البتہ اس کے باعث نماز کا بطلان مختلف فیہ ہے، میرے علم کی حد تک اس کی کوئی دلیل نہیں۔ اور اگر اس کی تکرار سہواً ہو تو حنفیہ و شوافع کے نزدیک اس پر سجدہ سہو لازم ہے^(۲۷)۔ شوافع کے نزدیک عمد کا بھی یہی حکم ہے۔ لیکن حنفیہ کے نزدیک بصورت عمد وہ گنہگار ہو گا اور اس کی تلافی کے لئے نماز کا اعادہ اس پر لازم ہو گا۔ مالکیہ کے نزدیک عمداً تکرار حرام ہے۔ البتہ اس سے نماز باطل نہیں ہوگی اور اگر سہواً مکرر کیا ہے تو سجدہ سہو کرے گا^(۲۸)۔ غالباً یہی موقف راجح ہے۔

راجح قرار دیا ہے اور صاحب نیل و صاحب مرعۃ نے ان کے اس موقف کو ذکر کر کے اس پر سکوت اختیار کیا ہے، انھوں نے جو وجہ ترجیح پیش کی ہے اس میں خاصی قوت ہے اس لئے ایک پر اکتفا کرنا درست تو ہے لیکن احوط وہی ہے جسے مؤلف نے ذکر کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۲۷) الفقہ علی المذہب الاربعۃ (۱/ ۳۵۵) (اس میں صرف حنفیہ کا ذکر ہے)۔

(۲۸) الفقہ علی المذہب الاربعۃ (۱/ ۳۵۸)۔

۵- آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا یا اس کو مقام سجدہ کے بجائے ہمیں اور رکھنا بعض نمازیوں کی ایک غلطی:

آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا یا سامنے یا دائیں اور بائیں دیکھنا بھی ہے، جو سہو اور وسوسہ کا باعث ہے، جب کہ نگاہ کو جھکانے اور مقام سجدہ کو دیکھنے کا حکم ہے۔ البتہ تشہد کی بیٹھک اس سے مستثنیٰ ہے، کیوں کہ اس میں نگاہ انگشت شہادت کے ذریعہ ہونے والے اشارہ پر ہوگی نہ کہ کہیں اور، چنانچہ نبی اکرم ﷺ کے طریقہ نماز میں ثابت ہے: «لَا يُجَاوِزُ بَصَرُهُ إِشَارَتَهُ» آپ ﷺ کی نگاہ آپ ﷺ کے (انگلی کے) اشارے سے تجاوز نہیں کرتی تھی (۲۹)۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْاَلْتِفَاتِ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ: «هُوَ اِخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلَاةِ الْعَبْدِ».

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا کہ نماز میں ادھر ادھر دیکھنا کیسا ہے؟ تو

(۲۹) سنن نسائی (۳/ ۳۳-۳۴) کتاب السہو: باب موضع البصر عند الاشارة، سنن ابوداؤد (۱/ ۶۰۴) تفریح ابواب الركوع والسجود: باب الاشارة في التشهد (۹۹۰) مسند احمد (۴/ ۳) - علامہ البانی نے حدیث کو 'حسن صحیح' کہا ہے 'صحیح سنن نسائی' (۱/ ۲۷۲) صحیح سنن ابوداؤد (۱/ ۱۸۶)۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ شیطان کی جھپٹ ہے جسے وہ آدمی کی نماز پر مارتا ہے“ (۳۰)۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَرْفَعُونَ أَبْصَارَهُمْ إِلَى السَّمَاءِ فِي صَلَاتِهِمْ؛ فَاشْتَدَّ قَوْلُهُ فِي ذَلِكَ حَتَّى قَالَ: لِيَنْتَهَنَّ عَنْ ذَلِكَ أَوْ لَتُحْطَفَنَّ أَبْصَارُهُمْ».

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کچھ لوگوں کو کیا ہوا ہے کہ وہ نماز میں اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں؟ پھر آپ کی بات شدت اختیار کر گئی یہاں تک کہ فرمایا: وہ لوگ اس سے باز آ جائیں، ورنہ ان کی نگاہیں اچک لی جائیں گی“ (۳۱)۔

(۳۰) صحیح بخاری (۲/۲۳۳) کتاب الاذان: باب الالتفات فی الصلاة (۷۱) جامع ترمذی (۱/۴۰۶) ابواب الصلاة: باب ما ذکر من الالتفات فی الصلاة، سنن ابوداؤد (۱/۵۶۰) تفریح ابواب الركوع والسجود: باب الالتفات فی الصلاة (۹۱۰) سنن نسائی (۳/۸) کتاب السہو: بالتشديد فی الالتفات فی الصلاة، مسند احمد (۶/۱۰۶)۔

(۳۱) صحیح بخاری (۲/۲۳۳) کتاب الاذان: باب رفع البصر الی السماء فی الصلاة (۷۰) سنن ابوداؤد (۱/۵۶۱-۵۶۲) تفریح ابواب الركوع والسجود: باب النظر فی الصلاة (۹۱۳) سنن نسائی (۳/۷) کتاب السہو: باب الی عن رفع البصر الی السماء فی الصلاة، سنن ابن ماجہ (۱/۳۳۲) کتاب اقامة الصلاة والسنة فیها: باب الخشوع فی الصلاة (۶/۲۸۳) سنن دارمی (۶/۲۸۳) کتاب الصلاة: باب کرہیۃ رفع البصر الی

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ عَنْ رَفْعِهِمْ أَبْصَارَهُمْ عِنْدَ الدُّعَاءِ فِي الصَّلَاةِ إِلَى السَّمَاءِ أَوْ لَتُخَطَفَنَّ أَبْصَارُهُمْ».

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”لوگ نماز میں دعا کے وقت اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھانے سے باز آجائیں ورنہ ان کی نگاہیں اچک لی جائیں گی“ (۳۲)۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ يَرْفَعُونَ أَبْصَارَهُمْ إِلَى السَّمَاءِ فِي الصَّلَاةِ أَوْ لَا تَرْجِعْ إِلَيْهِمْ».

جابر بن سمیرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو لوگ نماز میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے ہیں وہ اس حرکت سے باز آجائیں ورنہ وہ ان کی طرف نہیں لوٹیں گی“ (۳۳)۔

السَّاءِ فِي الصَّلَاةِ (۱۳۱۷) سنن کبریٰ (۲/۴۰۱) کتاب الصلاة: باب کراهية رفع البصر الى السماء في الصلاة (۳۵۳۶) مند احمد (۳/۲۵۸، ۱۱۶، ۱۱۵، ۱۱۴، ۱۰۹)

(۳۲) صحیح مسلم (۱/۳۲۱) کتاب الصلاة: باب النهی عن رفع البصر الى السماء في الصلاة (۴۲۹) مند احمد (۲/۳۶۷، ۳۳۳) نسائی (۳/۳۴)

(۳۳) صحیح مسلم (۱/۳۲۱) کتاب الصلاة: باب النهی عن رفع البصر الى السماء في الصلاة (۴۲۸) سنن ابوداؤد (۱/۵۶۱) تفریح ابواب الركوع والسجود: باب النظر في

ان احادیث میں نماز میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھانے کی تاکید ممانعت اور اس پر سخت وعید ہے۔ نیز اس کے ممنوع ہونے پر اجماع بھی نقل کیا گیا ہے۔ اسی طرح پہلی حدیث کی بنیاد پر نماز میں بلا ضرورت التفات بھی مکروہ ہے۔ البتہ اس سے نماز باطل نہیں ہوگی الا یہ کہ نمازی اپنے پورے جسم کے ساتھ قبلہ سے گھوم جائے یا اس کا استدبار کر لے۔

علامہ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ جمہور فقہاء کا موقف ہے کہ معمولی التفات مفسد صلاۃ نہیں۔

۶۔ نماز میں آنکھیں بند رکھنا

امام ابن القیم فرماتے ہیں کہ نماز میں آنکھیں بند رکھنا نبی اکرم ﷺ کا طریقہ نہیں ہے، یہ بات تو گزر چکی ہے کہ تشہد میں دعا کرتے ہوئے اپنی آنکھ انگلی کی طرف رکھتے تھے، اور آپ کی نگاہ آپ کے اشارے سے تجاوز نہیں کرتی تھی (۳۴)۔

الصلاة (۹۱۲)، سنن ابن ماجہ (۳۳۲/۱) کتاب اقامة الصلاة والسنة فیہا: باب الخشوع فی الصلاة (۱۰۴۵) سنن دارمی (۲۸۲/۶) کتاب الصلاة: باب کراهیة رفع البصر الی السماء فی الصلاة (۱۴۱۶) سنن کبریٰ (۲/۴۰۱) کتاب الصلاة: باب کراهیة رفع البصر الی السماء فی الصلاة (۳۵۳۸)۔

(۳۴) زاد المعاد / ۱ (۲۸۳)

۷۔ نماز میں حرکت اور لا یعنی چیزوں کا بکثرت ارتکاب

نمازیوں کی ایک غلطی ایسی زائد حرکت بھی ہے جس کے سوا کھیل کود اور نماز کے خشوع و خضوع سے اعراض کے کچھ حاصل نہیں مثلاً: انگلیوں کے درمیان تشبیک کرنا، ناخن صاف کرنا، دونوں پاؤں کو مسلسل حرکت دینا، عمامہ یا عقاب درست کرنا، گھڑی دیکھنا، تہبند باندھنا، ایک جانب سے دوسری جانب بکثرت مائل ہونا اور اس طرح کی دوسری چیزیں جو نماز کا ثواب ختم کرتی ہیں۔

خشوع و خضوع نماز کا مغز اور اس کی روح ہے، لہذا اس کا اہتمام اور اس پر حرص ہی ایک مومن کے شایان شان ہے۔

جو حرکت نماز کو باطل کرنے والی ہے اس کی تحدید تین حرکتوں کے ذریعہ کرنا اس پر کوئی دلیل نہیں کیوں کہ یہ نبی اکرم ﷺ سے منقول نہیں۔ بلکہ بعض اہل علم کا قول ہے، جس پر کوئی قابل اعتماد دلیل موجود نہیں۔ البتہ نماز میں لا یعنی چیزوں کا ارتکاب مثلاً: ناک کھجانے کی خاطر ہاتھ کو حرکت دینا، داڑھی اور کپڑے سے کھیل کرنا اور اسی میں مشغول رہنا مکروہ ہے۔ اور جب یہ عمل زیادہ اور پے در پے ہو جائے تو نماز کو باطل کر دیتا ہے۔ لیکن اگر عرف عام کے مطابق قلیل ہو یا کثیر ہو لیکن متفرق ہو تو اس سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ البتہ ایک مومن کے لیے بہر

حال مشروع یہی ہے کہ کامل و مکمل نماز کی حرص میں خشوع پر مداومت برتے اور لہو و لغو سے خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر اجتناب کرے۔

نبی اکرم ﷺ نے کچھ لوگوں کو نماز میں اپنے ہاتھوں سے کھیل کرتے اور انھیں بلا وجہ حرکت دیتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: «مَا لِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شَمْسٍ، أُسْكِنُوا فِي الصَّلَاةِ» ”میں تمہیں اس طرح ہاتھ اٹھاتے دیکھ رہا ہوں گویا وہ بدکے ہوئے گھوڑوں کی دم ہیں، تم لوگ نماز میں کوئی حرکت نہ کیا کرو“ (۳۵)۔

اس حدیث میں نماز میں حرکت نہ کرنے، اس میں خشوع اختیار کرنے اور اس کی طرف متوجہ ہونے کا حکم ہے۔ اس سے ان لوگوں کی غلطی نمایاں ہو جاتی ہے جو قیام میں بلا ضرورت و سبب مصحف لے کر امام کی قرأت کی متابعت کرتے ہیں، جب کہ اس فعل کے بعض مرتکبین مصحف دیکھ کر بھی صحیح ڈھنگ سے قرأت نہیں کر سکتے، اور اگر وہ امام پر رد یا اسے لقمہ دینے میں کامیاب ہو گئے تو ان کے اندر جو خود پسندی آتی ہے وہ اس پر مستزاد ہے، دوری ہو ایسے طریقے کو۔

(۳۵) صحیح مسلم (۱/۳۲۲) کتاب الصلاة: باب الامر بالسكون في الصلاة والنهي عن العشرة باليد الخ (۴۰۳) سنن ابی داود (۱/۶۸۰) تفریح ابواب الركوع والسجود: باب في السلام (۱۰۰۰)، سنن نسائی (۳/۵) کتاب السهو: باب السلام بالایدی فی الصلاة، مسند احمد (۵/۸۸، ۸۸، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۷، ۸۶)

رکوع اور قومہ کی چند غلطیاں

بیشتر نمازی رکوع اور اس سے اٹھتے وقت متعدد مخالفتوں کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ان کا یہ فعل ان امور پر تشبیہ کا متقاضی ہے۔ بالخصوص اس صورت میں کہ ان میں سے بعض کا تعلق ارکان اور واجبات سے ہے مخالفت کی وہ صورتیں حسب ذیل ہیں:

۱- ارکان کو اذکار سے خالی رکھنا

جمہور اہل علم کے نزدیک مکروہ ہے کہ نمازی ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہوتے ہوئے اس کے مشروع اذکار کو ان کے محل سے مؤخر کرے، بایں صورت کی رکوع کی تکمیل کے بعد اس کی تکبیر کہے اور سیدھا کھڑا ہونے کے بعد ”سمع اللہ لمن حمدہ“ کہے، کیوں کہ ان کے نزدیک کسی بھی رکن کو اس کے ذکر سے آباد کرنا مشروع ہے^(۳۶)۔

جیسا کہ درج ذیل حدیث میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرُكِعُ، ثُمَّ يَقُولُ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمَدَهُ حِينَ يَرْفَعُ صُلْبَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ، ثُمَّ يَقُولُ وَهُوَ قَائِمٌ: رَبَّنَا

(۳۶) الفقه على المذاهب الأربعة (۱/۲۷۷)، الفقه الاسلامي وادلته (۱/۷۸۷)

لَكَ الْحَمْدُ وَقَالَ بَعْضُ الرُّوَاةِ: وَلَكَ الْحَمْدُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَهْوِي،
ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَسْجُدُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ
يَرْفَعُ رَأْسَهُ، ثُمَّ يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي الصَّلَاةِ كُلِّهَا حَتَّى يَقْضِيَهَا، وَيُكَبِّرُ
حِينَ يَقُومُ مِنَ الشَّتَيْنِ بَعْدَ الْجُلُوسِ.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز
کے لیے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے، پھر جب رکوع کرتے تو تکبیر کہتے،
پھر ”سمع اللہ لمن حمدہ“ کہتے جب رکوع سے اپنی پشت اٹھاتے پھر
یوں ہی کھڑے کھڑے ”ربنا لک الحمد“ کہتے، بعض رواۃ نے ”ولک
الحمد“ (یعنی واو کی زیادتی کے ساتھ) کہا ہے، جب سجدہ کے لئے
جھکتے تو تکبیر کہتے اور سجدہ سے سر اٹھاتے وقت بھی تکبیر کہتے، پھر
جب دوسرا سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے، پھر اسی طرح اپنی پوری نماز (ہر
رکعت) میں کرتے اور جب دو رکعتیں پڑھنے کے بعد بیٹھ کر اٹھتے
اس وقت بھی ”اللہ اکبر“ کہتے (۳۷)۔

(۳۷) صحیح بخاری (۲/۲۷۵) کتاب الاذان: باب التکبیر اذا قام من السجود
(۷۸۹)، صحیح مسلم (۱/۹۴-۲۹۳) کتاب الصلاة: باب اثبات التکبیر فی کل
خفض ورفح فی الصلاة الارفعه من الركوع فيقول فيه وسمع اللہ لمن حمدہ (۳۹۲)
سنن ابوداود (۱/۵۲۳) تفریح ابواب افتتاح الصلاة: باب تمام التکبیر
(۸۳۶) سنن نسائی (۲/۱۴۱) کتاب الافتتاح: باب التکبیر للركوع، سنن دارمی
(۶/۱۸۵) کتاب الصلاة: باب التکبیر عند کل خفض ورفح (۱۳۶۰) مسند احمد
(۲/۴۵۴، ۲۷۰)

۲- ارکان کو اذکار سے آباد نہ کرنے میں نمازیوں کی ایک غلطی وہ ہے جس کی صراحت امام نووی نے کی ہے، وہ رسول اکرم ﷺ کا فعل کہ آپ جب ”سمع اللہ لمن حمدہ“ کہتے تو ”ربنا و لک الحمد“ کہتے تھے اور آپ کا قول: مجھے جس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو ویسے ہی نماز پڑھو، ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

سابقہ دلائل کے ساتھ یہ بھی اس امر کی متقاضی ہے کہ ہر نمازی (خواہ وہ امام ہو یا مقتدی) ان دونوں اذکار کو اختیار کرے گا، اس لیے کہ یہ ایسا ذکر ہے جو امام کے لیے مستحب ہے تو غیر امام کے لیے بھی مستحب ہو گا جیسا کہ رکوع کی تسبیح وغیرہ۔ نیز نماز کی بنیاد ہی اس امر پر ہے کہ اس کے کسی بھی حصے میں ذکر سے فتور نہ پایا جائے۔ پس اگر رکوع سے اتھتے وقت اور سیدھا کھڑا ہونے پر دونوں اذکار کا اہتمام نہیں کیا گیا تو ایک حالت ذکر سے خالی رہ جائے گی (۳۸)۔

(۳۸) المجموع (۳/۳۹۳)۔ مذکورہ امر کو اخطاء میں شامل کرنا درست نہیں، اس لیے کہ اس مختلف فیہ مسئلہ میں اقرب الی الصواب موقف وہی ہے جسے امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد نے اختیار کیا ہے، یعنی مقتدی صرف ’ربنا و لک الحمد‘ پر اکتفاء کرے گا، اس لیے کہ مقتدی کے لیے ’سمع اللہ لمن حمدہ‘ کہنا کسی بھی صحیح مرفوع حدیث سے ثابت نہیں، جیسا کہ صاحب فتح اور صاحب مرعاة نے صراحت کی ہے، تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: فتح الباری (۲/۲۸۳-۲۸۴) مرعاة المفایح (۳/۱۸۸ تا ۱۹۰)

۳- رکوع اور قومہ میں عدم طہانیت

عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهَبٍ قَالَ: رَأَى حُدَيْفَةَ رَجُلًا لَا يُتِمُّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ قَالَ: مَا صَلَّيْتَ وَلَوْ مَتَّ مَتَّ عَلَى غَيْرِ الْفِطْرَةِ الَّتِي فَطَرَ اللَّهُ مُحَمَّدًا ﷺ عَلَيْهَا.

زید بن وہب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا وہ پوری طرح رکوع و سجدہ نہیں کر رہا تھا انھوں نے اس سے کہا کہ تم نے نماز نہیں پڑھی اور اگر تم اس حالت میں مر گئے تو تمہاری موت اس طریقے پر نہیں ہوگی جس پر اللہ نے محمد ﷺ کو پیدا کیا (۳۹)۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَدَخَلَ رَجُلٌ، فَصَلَّى، ثُمَّ جَاءَ؛ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ؛ فَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ؛ فَقَالَ: «ارْجِعْ فَصَلِّ، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ -ثَلَاثًا-» فقال: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أَحْسَنُ غَيْرَهُ؛ فَعَلَّمَنِي. قَالَ: «إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ؛ فَاسْبِغِ الوُضُوءَ، ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ؛ فَكَبِّرْ، ثُمَّ اقْرَأْ بِمَا تيسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ، ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَعْتَدِلَ قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ افْعَلْ ذَلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا».

(۳۹) صحیح بخاری (۲/۲۴۳-۲۴۵) کتاب الاذان: باب اذا لم يتم الركوع والسجود

(۷۹۱) مسند احمد (۵/۳۹۶، ۳۱۰)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ مسجد میں داخل ہوئے، آپ ﷺ کے بعد ایک شخص داخل ہوا، اس نے نماز پڑھی، پھر آکر آپ کو سلام کیا، آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: جاؤ پھر نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی، جب آپ نے تیسری بار بھی یہی کہا تو وہ شخص بولا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اس سے اچھی طرح نہیں پڑھ سکتا، مجھے سکھا دیجئے! آپ نے فرمایا: جب تم نماز کا اردہ کرو تو کامل وضو کرو، پھر قبلہ کا استقبال کر کے تکبیر کہو، پھر قرآن سے جو کچھ میسر ہو پڑھو، پھر تم اطمینان سے رکوع کرو، پھر اٹھ کر سیدھا کھڑے ہو جاؤ، پھر اطمینان سے سجدہ کرو پھر تم سجدہ سے اٹھکر اطمینان سے بیٹھ جاؤ، پھر دوسرا سجدہ اطمینان سے کرو، پھر اپنی پوری نماز (تمام رکعتوں) میں اسی طرح کرو (۳۰)۔

علماء کا قول ہے: رکوع، سجدہ، قومہ اور جلسہ میں سے کوئی بھی اس وقت تک کفایت نہیں کر سکتا جب تک کہ اس میں اعتدال نہ پایا جائے۔

مذکورہ حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ طہانیت واجب ہے اور جس نے اسے ترک کر دیا اس نے ما موربہ کی

(۳۰) صحیح البخاری (۷۵۷، ۷۹۳)، صحیح مسلم (۳۹۷)۔

تعمیل نہیں کی، بنا بریں وہ حکم اس کے ذمہ باقی رہے گا۔ نیز رکوع میں طمانیت اور قومہ میں اعتدال سے متعلق حکم نبوی پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ رکوع سے سر اٹھانے میں طمانیت اس وقت تک کافی نہیں جب تک کہ قیام میں اعتدال نہ پایا جائے، لہذا نمازی صرف رکوع سے سر اٹھانے پر اکتفا نہیں کر سکتا بلکہ وہ اسے کامل طریقے پر انجام دے گا، یعنی قیام میں اعتدال بھی پایا جائے۔

رکوع سے اٹھنے کے بعد اعتدال کے وجوب پر متعدد صحیح احادیث وارد ہیں مثلاً:

عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْبَدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لَا تُجْزَى صَلَاةَ الرَّجُلِ حَتَّى يُقِيمَ ظَهْرَهُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ».

ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آدمی کی نماز اس وقت تک کفایت نہیں کر سکتی جب تک وہ رکوع اور سجدہ میں اپنی پشت سیدھی نہ کرے“ (۴۱)۔

(۴۱) سنن ابوداؤد (۱/۵۳۳-۵۳۴) تفریح ابواب استفتاح الصلاة: باب صلاة من لا يقيم صلبه في الركوع والسجود (۸۵۵) سنن نسائی (۲/۱۴۳) کتاب الافتتاح: باب اقامة الصلب في الركوع، جامع ترمذی (۱/۲۲۶) ابواب الصلاة: باب ما جاء

یہ حدیث اس امر پر نص صریح ہے کہ رکوع اور سجدہ سے سر اٹھانا، اس میں اعتدال اور طمانیت اختیار کرنا ایسا رکن ہے جس کے بغیر نماز صحیح نہیں۔ نیز نبی اکرم ﷺ نے نماز کے چور کو مال کے چور سے بدتر قرار دیا ہے جیسا کہ درج ذیل حدیث صراحت کرتی ہے:

عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أَسْوَأُ النَّاسِ سَرِقَةً الَّذِي يَسْرِقُ مِنْ صَلَاتِهِ، لَا يَنْتَمِرُ رُكُوعَهَا وَلَا سُجُودَهَا وَلَا خُشُوعَهَا» أَوْ قَالَ: «لَا يُقِيمُ صَلْبَهُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ».

ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ بدترین چور وہ ہے جو اپنی نماز میں چوری کرتا ہے یعنی وہ اس کے رکوع، سجدہ اور خشوع کو مکمل نہیں کرتا یا فرمایا: وہ رکوع اور سجدہ میں اپنی ریڑھ کی ہڈی سیدھی نہیں کرتا (۴۲)۔

فی من لا یقیم صلہ فی الرکوع والسجود، صحیح ابن خزیمہ (۶۶۶، ۵۹۲، ۵۹۱) صحیح ابن حبان (۱۸۹۲)۔ حدیث کی سند صحیح ہے جیسا کہ ترمذی اور البانی وغیرہ نے صراحت کی ہے صحیح ابوداؤد (۱/۱۶۱)

(۴۲) مسند احمد (۵/۳۱۰) صحیح ابن حبان (۵/۲۰۹) کتاب الصلاة: باب صفة الصلاة (۱۸۸۸) معجم کبیر (۳/۲۷۳) (۳۲۸۳) مستدرک حاکم (۱/۲۲۹) سنن دارمی (۶/۳۲۲) کتاب الصلاة: باب فی الذی لا یتیم الرکوع والسجود (۱۳۴۴)

نبی اکرم ﷺ نے نمازی کو نماز میں چونچ مارنے سے منع فرمایا ہے اور آپ نے بتایا کہ یہ منافقین کی نماز ہے۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ شَبَلٍ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ نَقْرَةِ الْغُرَابِ وَافْتِرَاشِ السَّبْعِ، وَأَنَّ يُوطَّنَ الرَّجُلُ الْمَكَانَ فِي الْمَسْجِدِ كَمَا يُوطَّنُ الْبَعِيرُ.

عبد الرحمن بن شبلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے کوئے کی طرح چونچ مارنے، درندے کی طرح بازو بچھانے اور اس بات سے منع فرمایا کہ آدمی مسجد میں ایک جگہ مقرر کرے جیسے اونٹ مقرر کر لیتا ہے (۴۳)۔

۴- نمازیوں کی ایک غلطی:

قومہ کی دعا ”ربنا ولك الحمد“ میں لفظ ”والشکر“ کی زیادتی بھی ہے۔ یہ نبی اکرم ﷺ سے ثابت نہیں۔

۵- فجر کی نماز میں قنوت پر مداومت اور نوازل میں اس کا ترک

دائمی طور پر قنوت کی مشروعیت کے قائلین نے انس رضی اللہ عنہ کی درج ذیل حدیث پر اعتماد کیا ہے: «مَا زَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

(۴۳) سنن ابو داؤد (۸۶۳)، سنن النسائی (۱۱۱۱) علامہ البانی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے، ملاحظہ ہو: الصحیحۃ (۱۱۶۸)۔

يَقْنُتُ فِي الصُّبْحِ حَتَّىٰ فَارَقَ الدُّنْيَا» ”نبی اکرم ﷺ برابر صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ دنیا سے رخصت ہو گئے“ (۳۴)۔

لیکن یہ حدیث صحیح نہیں، کیوں کہ اس کا دارومدار ابو جعفر راضی پر ہے، اس کے متعلق امام ابن المدینی فرماتے ہیں: وہ اختلاط کا شکار تھا ”ابو زرعہ فرماتے ہیں ”اسے بہت زیادہ وہم ہوتا تھا“ ابن حبان فرماتے ہیں: ”مشہور رواۃ سے منکر احادیث منفردا روایت کرتا تھا“ (۳۵)۔ اور کوئی ایسی حدیث قطعاً قابل احتجاج نہیں ہو سکتی جس کی روایت میں اس طرح کا راوی منفرد ہو۔ البتہ اگر اس حدیث کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تب بھی یہ اس متعین قنوت پر دلیل نہیں بن سکتی، اس لئے کہ اس میں ایسی کوئی دلیل نہیں کہ قنوت سے دعاء قنوت مراد ہے، کیوں کہ قنوت کا اطلاق قیام، سکوت، عبادت میں دوام، دعاء، تسبیح، خشوع تمام پر ہوتا ہے۔

(۳۴) مسند احمد (۳/۱۶۲) سنن کبریٰ (۲/۲۸۷) کتاب الصلاة: باب الدلیل علی انہ لم یترک اصل القنوت فی صلاة الصبح الخ (۳۱۰۴، ۳۱۰۵) سنن دار قطنی (۲/۳۹) کتاب الوتر: باب صفة القنوت و بیان موضعه، شرح معانی الآثار (۱۳۳)۔ یہ حدیث ضعیف ہے جیسا کہ مؤلف نے صراحت کی ہے

(۳۵) تہذیب التہذیب (۱۲/۵۷)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ كُلُّ لَّهُ قَلْبُونَ﴾ [الروم: ۲۶]
 ”اور زمین و آسمان کی ہر چیز اسی کی ملکیت ہے اور ہر ایک اس کے فرمان کے ماتحت ہے۔“

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُو رَحْمَةَ رَبِّهِ﴾
 [الزمر: ۹]

”بھلا جو شخص راتوں کے اوقات سجدے اور قیام کی حالت میں (عبادت میں) گزارتا ہو، آخرت سے ڈرتا ہو اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہو۔“ ایک اور مقام پر ارشاد باری ہے:

﴿وَصَدَقَتْ بِكَلِمَتِ رَبِّهَا وَكُتِبَ عَلَيْهَا وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِينَ﴾ [التحریم: ۱۲]
 ”اور (مریم) اس نے اپنے رب کی باتوں اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور عبادت گزاروں میں سے تھی۔“ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب قول الہی: ﴿وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ﴾ [البقرة: ۲۳۸]۔ ”اور اللہ تعالیٰ کے لئے با ادب کھڑے رہا کرو“ نازل ہوئی تو ہمیں سکوت کا حکم دیا گیا اور کلام سے منع کر دیا گیا (۳۶)۔

(۳۶) صحیح بخاری (۳/۴۲-۴۳) کتاب العمل فی الصلاة: باب ما یہنی من الکلام فی

خلاصہ بحث یہ ہے کہ جب فقہاء اور اکثر اہل علم کی لغت میں قنوت کا اطلاق اس مشہور دعاء ”اللہم ابدنی فیمن بدیت“ پر ہونے لگا اور انھوں نے سنا کہ نبی اکرم ﷺ آخری دم تک فجر کی نماز میں قنوت پڑھتے رہے، نیز آپ کے بعد خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کرام کا یہی عمل رہا تو انھوں نے صحابہ کرام کے یہاں مستعمل لفظ قنوت کو اپنے اصطلاحی قنوت پر محمول کر لیا، پھر ایسے لوگ فقہ و فتاویٰ کے افتق پر نمودار ہوئے جو دوسرے معانی سے نابلد تھے لہذا انھیں یقین ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام صبح کی نماز میں اسی قنوت پر مداومت برتتے تھے۔ یہی وہ امر ہے جس میں جمہور اہل علم نے ان سے اختلاف کیا ہے اور صراحت کی ہے کہ یہ بنی اکرم ﷺ کا دائمی فعل نہیں تھا۔ بلکہ آپ سے یہ عمل ثابت ہی نہیں ہے (۴۷)۔

تعب کی بات تو یہ ہے کہ قنوت نازلہ کی مشروعت پر

الصلاة (۱۲۰۰) تفسیر سورہ بقرہ: باب وقوموا للہ قانتین، صحیح مسلم (۳۸۳/۱) کتاب المساجد ومواضع الصلاة: باب تحريم الكلام في الصلاة ونسخ ما كان من اباحتہ (۵۳۹) جامع ترمذی (۳۱۲/۱) ابواب الصلاة: باب في نسخ الكلام في الصلاة، سنن ابوداؤد (۵۸۳/۱) تفریح ابواب الركوع والسجود: باب النهی عن الكلام في الصلاة (۹۳۹) سنن نسائی (۱۶/۳) کتاب السهو: باب الكلام في الصلاة۔

* زاد المعاد (۲۶۸-۲۶۷/۱)

(۴۷) زاد المعاد (۲۷۴/۱)۔

صراحتاً دلالت کرنے والی صحیح احادیث متروک العمل ہیں اور فجر کی نماز میں دائمی قنوت کے سلسلے میں غیر ثابت شدہ حدیث معمول بہ ہے۔

۶- ان ادوار میں مسلمانوں پر ان کے دینی و دنیاوی امور میں مصائب کی حد درجہ کثرت کے باوجود ان کے لئے قنوت نوازل کو ترک کر دیا گیا ہے، یہاں تک کہ وہ باہمی انتشار اور ایک دوسرے کے تعاون (حتیٰ کہ نماز میں دعاء کے ذریعہ بھی) سے اعراض کے باعث اپنے ہی ممالک میں اجنبی سے ہو گئے ہیں اور ان میں رسوخ دوسروں کا ہو چکا ہے۔ مسلمانوں پر مصائب کے وقت ان کے لئے دعا اور ان کے دشمنوں پر بد دعا پر مشتمل قنوت تمام نمازوں کی آخری رکعت میں ”سمع اللہ لمن حمدہ“ کہنے کے بعد نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: «قَنَّتْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ شَهْرًا يَدْعُو عَلَيَّ حَيًّا مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ ثُمَّ تَرَكَهُ».

رسول اللہ ﷺ نے ایک ماہ تک قنوت پڑھی جس میں عرب کے بعض قبائل پر بد دعا کرتے تھے پھر آپ نے ترک کر دیا (۴۸) ابو

(۴۸) صحیح مسلم (۱/۴۶۹) کتاب المساجد و مواضع الصلاة: باب استجاب القنوت فی جمیع الصلوات اذا نزلت بالمسلمین نازلة (۶۷۷) سنن ابوداؤد (۲/۲۴۳-۲۴۴)

ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی فجر میں ایک ماہ تک قنوت پڑھنا ثابت ہے -
 ۷- صحابہ کرام سے نماز میں بحالت قنوت بجز آمین کچھ کہنا ثابت نہیں ، لہذا مقتدیوں کی ایک غلطی ایسی عبارتوں کی زیادتی بھی ہے جن کے اثبات میں کوئی حدیث وارد نہیں ، بلکہ یہ محض رائے ہے مثلاً: ان کا ”حق“ اور ”اشھد“ کہنا ، اسی طرح کفار پر بددعایا رفع شر و بلاء کی دعا کے وقت ان کا ہاتھوں کو الٹ لینا، اس سلسلے میں نبی اکرم ﷺ سے کوئی بھی حدیث بسند صحیح ثابت نہیں -
 ۸- قنوت میں نمازیوں کی ایک غلطی: دعائے قنوت میں ”ولایعز“ کے عین کو مفتوح پڑھنا بھی ہے۔

۹- ایک غلطی دعا کے بعد ہاتھوں کو چہرے پر پھیرنا بھی ہے، اس کے متعلق عز بن عبد السلام نے یہاں تک فرمادیا کہ دعا کے بعد چہرے پر دونوں ہاتھوں کو صرف جاہل ہی پھیرتا ہے^(۴۹) -

تفریح ابواب الوتر: باب القنوت فی الصلاة (۱۳۴۵) نسائی (۱۶۰/۲) کتاب التلطیق: باب ترک القنوت ، مسند احمد (۱۶۷/۳)۔

(۴۹) اس باب میں کچھ ضعیف احادیث وارد ہیں جو اس کی مشروعیت پر دال ہیں، ان میں سے ایک حدیث جامع ترمذی میں حضرت عمر سے مروی ہے، دو حدیثیں سنن ابوداؤد کی ہیں، ایک سائب بن یزید عن ابیہ سے اور دوسری ابن عباس سے مروی ہے، ان میں سے ہر ایک کی علیحدہ طور پر تضعیف پر محدثین کا اتفاق ہے، البتہ ترمذی کی روایت کو شواہد کی بنیاد پر علامہ سیوطی،

مناوی اور حافظ ابن حجر نے حسن قرار دیا ہے، اس کے برخلاف امام ابو داؤد اور امام بیہقی نے ان احادیث کی تضعیف کا فیصلہ کیا ہے، نیز علامہ البانی نے ان احادیث کی مفصل تخریج اور مجروح رواۃ کا تفصیلی ترجمہ ذکر کرنے کے بعد دقیق علمی اصولوں کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ تعدد طرق کے بعد بھی یہ احادیث حسن کے درجے کو نہیں پہنچ سکتیں، نیز تحسین کرنے والوں کی غلطیوں کی بھی نشان دہی کی ہے، «ارواء الغلیل» (۲/۱۷۸ تا ۱۸۰)

راقم الحروف کے نزدیک فریق ثانی کا موقف قوی ہے، اس لئے کہ یہ تمام احادیث سخت ضعیف ہیں، چنانچہ سائب بن یزید عن ابیہ کی روایت میں 'حفص بن ہاشم' تقریب میں حافظ کی صراحت کے مطابق مجہول ہیں، اور اسی سند میں موجود 'ابن لہیة' کا ضعف معروف ہے، اس کے علاوہ حضرت عمر اور ابن عباس کی دونوں حدیثوں کے تمام طرق میں 'حماد بن عیسیٰ، صالح بن حسان اور عیسیٰ بن میمون میں سے کوئی نہ کوئی موجود ہے، اور ان تینوں میں سے کسی کی بھی توثیق کسی امام سے ثابت نہیں ہے، اس کے برخلاف ان پر ائمہ نے سخت قسم کی جرح کی ہے، حتیٰ کہ امام حاکم اور ابن حبان نے (اپنے تسابلی کے باوجود) موضوع احادیث کی روایت کی نسبت بھی ان کی طرف کی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کے مجروح رواۃ کی روایتیں دوسرے محدثین کی طرح خود علامہ مناوی اور حافظ ابن حجر کے بیان کردہ اصولوں کے مطابق تعدد طرق کے بعد بھی حسن نہیں ہو سکتیں ملاحظہ ہو: فیض القدیر، نزہۃ النظر (ص: ۱۲۰)۔ لہذا ان احادیث سے مذکورہ موقف پر استدلال درست نہیں، بلکہ اس سلسلے میں وہی موقف قوی ہے جسے امام مالک، امام احمد، امام بیہقی، سفیان بن عیینہ، ابن مبارک، عز بن عبد السلام، علامہ نووی اور علامہ البانی نے اختیار کیا ہے، یعنی دعا کے بعد چہرے پر ہاتھ پھیرنا

۱۰- ایک غلطی نماز وتر میں قنوت کو رمضان کے نصف آخر کے ساتھ مخصوص کرنا بھی ہے۔ کیوں کہ قنوت وتر اس وقت کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ وہ پورے سال میں مشروع ہے۔

۱۱- بیشتر لوگوں کی ایک حماقت ودیوانگی یہ ہے کہ وہ قنوت نازلہ میں ”اللهم اهدني، فيمن هديت“ پڑھتے ہیں۔ حالانکہ اس دعا کی حالت مصیبت سے یقینی طور پر کوئی مناسبت نہیں۔ بلکہ اس کا محل صرف قنوت وتر ہے، نیز اس دعا میں کسی بھی شئی کی زیادتی کرنا مناسب نہیں، مثلاً بیشتر ائمہ کا اس میں یہ قول: ”فلك الحمد على ما قضيت، استغفرک وأتوب إليك“ (۵۰)۔ نبی اکرم ﷺ سے ثابت شدہ امر پر وقوف کرتے ہوئے مناسب ہے کہ اس زیادتی کو قنوت

صحیح نہیں۔ البتہ اگر ان احادیث کو قابل استدلال تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی ان کی دلالت صرف خارج صلاة دعاء پر ہے، وتر میں دعائے قنوت کے بعد ہاتھ پھیرنے پر یہ قطعاً دال نہیں، اور نہ ہی کسی دوسری حدیث سے اس کا ثبوت ہے، جیسا کہ علامہ بیہقی فرماتے ہیں: «وإنا في الصلاة فهو عمل لم يشتر صحیح ولا اثر ثابت ولا قیاس فلاولى ان لا یفعله ویقتصر علی ما فعله السلف رضی اللہ عنہم من رفع الیدین دون مسحهما بالوجه فی الصلاة» علامہ البانی نے بھی صراحت کی ہے کہ قنوت میں چہرے پر ہاتھ پھیرنے کا ثبوت نہ کسی حدیث سے ہے نہ کسی صحابی کے قول و فعل سے، لہذا یہ عمل بلاشبہ بدعت ہے۔ «ارواء الغلیل» (۱۸۱/۲)

(۵۰) ملاحظہ ہو: روضة الطالبین وعمدة المفتیین للنووی (۱/۲۵۳) فصل فی القنوت۔

وتر میں بھی اختیار نہ کیا جائے۔ چہ جائے کہ نماز فجر کے قنوت میں اس کا اہتمام ہو۔

البتہ نبی اکرم ﷺ پر درود تو یہ عہد فاروقی میں قیام رمضان میں ابی بن کعب کی امامت سے متعلق وارد حدیث میں ثابت ہے (۵۱) لہذا یہ سلف کے یہاں معمول بہ ہوا، گرچہ ابن حجر نے اس کا انکار کیا ہے (۵۲)۔

واضح رہے کہ قنوت وتر رکوع سے پہلے ہے اور قنوت نازلہ اس کے بعد بجز رمضان کے نصف آخر کے کیوں کہ اسے دونوں قنوتوں سے مشابہت ہے، جب مسلمانوں پر کوئی مصیبت نازل ہو، جیسا کہ ابن حجر کی روایت کردہ اثر میں ہے (۵۳)۔

(۵۱) صحیح ابن خزمیہ (۲/۵۶۱-۱۵۵) جماع ابواب ذکر الوتر وما فیہ من السنن: باب فی

بیان وترہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الیلة التي بات فیہا ابن عباس عنہ (ص: ۱۱۰۰)

(۵۲) ملاحظہ ہو: تلخیص الجبیر (ص: ۹۳) نوٹ: حافظ ابن حجر پر یہ نقد صحیح

نہیں۔ اس لئے کہ انھوں نے صحیح ابن خزمیہ میں ثابت شدہ اثر کی تضعیف

نہیں کی ہے۔ بلکہ سنن نسائی کی مرفوع حدیث کی تضعیف کی ہے، اور اس

میں وہ حق بجانب ہیں، علامہ البانی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے، علامہ نووی

سے مجموع (۳/۳۹۹) میں اس کی تحسین میں وہم ہوا ہے۔

(۵۳) صحیح ابن خزمیہ (۲/۵۵-۱۵۶) جماع ابواب ذکر الوتر وما فیہ من السنن: باب

فی بیان وترہ فی الیلة التي بات فیہا ابن عباس عنہ (۱۱۰۰)۔

قنوت کی غلطیوں میں سے (حتیٰ کہ ان لوگوں کے نزدیک بھی جو فجر میں دائمی طور پر اس کی سنیت کے قائل ہیں) اس کی تطویل اور اس کے ذریعہ حد سے زیادہ آواز بلند کرنا بھی ہے۔ میں نے (اللہ کی قسم!) بعض ایسے لوگوں کو جن کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جاتا ہے نماز فجر میں ان کی امامت اور (ہماری سابقہ صراحت کے مطابق غیر مشروع) قنوت میں ان کی دعا کے دوران سنا گویا کہ وہ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے ہوں اور ”صبحکم ومساءکم“ کہتے ہوں۔ یہ غلطی اس کی اس تطویل کے علاوہ ہے جو مقتدیوں کے لئے باعث حرج ہوتی ہے، نیز مقفی کلام کا تکلف، الفاظ کی تزئین اور ایسے الفاظ کا انتخاب جو نمازیوں کے دلوں کو سخت اور انہیں تقرب الی اللہ سے مشغول کرتے ہیں اس پر مستزاد ہیں۔ یہی معاملہ شر کا ہے، اس سے صرف شر پیدا ہوتا ہے، اب تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف شکوہ ہے۔

سجدہ میں نمازیوں کی غلطیاں

سجدہ میں نمازیوں سے صادر ہونے والی غلطیاں متعدد ہیں، درج ذیل سطور میں انہیں مخالفتوں کے استقصا کی کوشش کی گئی ہے۔ گرچہ ان میں سے اکثر کا تعلق نماز کے سنن اور ان کے کمالات سے ہے۔

۱- اعضاء سجده کو پوری طرح زمین پر نہ رکھنا

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلَى سَبْعٍ: الْجَبْهَةِ وَالْأَنْفِ، وَالْيَدَيْنِ، وَالرُّكْبَتَيْنِ، وَالْقَدَمَيْنِ.

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مرفوعاً روایت کرتے ہیں: مجھے حکم ہوا سات اعضاء پر سجده کرنے کا: پیشانی اور ناک (یہ دونوں ایک عضو کے حکم میں ہیں) دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے، دونوں قدم (۵۴)۔

یہ حدیث اس بات پر دال ہے کہ اعضاء سجود سات ہیں اور سجده کرنے والے کے لئے مناسب ہے کہ ان تمام پر سجده کرے۔

نیز نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: « لا صلاة لمن لا يمس انفه

(۵۴) صحیح مسلم (۱/۳۵۵) کتاب الصلاة: باب اعضاء السجود والنبي عن كف الشعر والشوب وعقص الراس (۴۹۰)، سنن نسائی (۲/۶۳-۱۶۵) کتاب التطبيق: باب السجود على الانف، صحیح بخاری (۲/۲۹۵-۲۹۷) کتاب الاذان: باب السجود على سبعة اعظم (۸۰۹) باب السجود على الانف (۸۱۲) سنن ابن ماجه (۱/۲۸۶) کتاب اقالة الصلاة والسنة فيها: باب السجود (۸۸۳) سنن دارمی (۶/۳۰۷) کتاب الصلاة: باب السجود على سبعة اعظم وكيف العمل في السجود (۱۳۳۵) مسند احمد (۱/۳۰۷، ۲۹۲)۔

نوٹ: مذکورہ الفاظ میں حدیث ابن عباس سے مروی ہے۔ عباس بن عبدالمطلب سے مروی حدیث میں الفاظ ہیں: جب بندہ سجده کرتا ہے تو اس کے ساتھ سات اطراف سجده کرتے ہیں: اس کا چہرہ، دونوں ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے، دونوں قدم۔

الارض ما يمس الجبين» اس شخص کی نماز نہیں جو پیشانی کی طرح اپنی ناک کو زمین سے نہیں چمٹاتا (۵۵)۔

اس سے اس شخص کی غلطی آشکارا ہو جاتی ہے جو اپنی پیشانی پر سجدہ کرتا ہے اور ناک کو اٹھائے رہتا ہے یا اپنے دونوں قدم زمین سے اٹھائے رکھتا ہے یا ایک کو دوسرے پر اس طرح رکھتا ہے کہ زمین سے اس کا مس نہیں ہوتا۔ ایسے شخص کا سجدہ پانچ یا چھ ہی اعضاء پر ہوتا ہے جب کہ اعضاء سجدہ سات معروف ہیں۔ جیسا کہ سابقہ حدیث میں صراحت ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے نماز میں غلطی کرنے والے سے فرمایا:
 «إِذَا سَجَدْتَ، فَمَكِّنْ لِسُجُودِكَ» جب تم سجدہ کرو تو اعضاء کو پورے طور پر رکھو (۵۶)۔

(۵۵) سنن دار قطنی (۳۴۸/۱) کتاب الصلاة: باب وجوب وضع الجبهة والانف - اس حدیث کو امام دار قطنی نے مرسل قرار دیا ہے، اس لئے کہ ان کے بقول صرف ابو قتیبہ نے اس حدیث کو مسنداً روایت کیا ہے۔ لیکن علامہ ابن الجوزی 'التحقیق' میں فرماتے ہیں کہ: ابو قتیبہ ثقہ ہیں، امام بخاری نے ان سے روایت کی ہے، اور رفع زیادتی ہے جو ثقہ کی طرف سے قابل قبول ہوگی، ملاحظہ ہو: التعلیق المغنی علی سنن الدار قطنی (۲۳۹/۱)۔

(۵۶) سنن ابو داؤد (۵۳۷-۵۳۸) تفریح ابواب استفتاح الصلاة: باب صلاة من لا یقیم صلبه فی الركوع والسجود (۸۵۹) مسند احمد (۳۴۰/۴)۔ علامہ البانی نے حدیث کو 'حسن' قرار دیا ہے، ملاحظہ ہو: صحیح سنن ابی داؤد (۱۶۲/۱)

۲- سجدہ میں عدم طمانیت

”رکوع اور قومہ کی مجموعی غلطیاں“ میں ہم ذکر کر آئے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ اس شخص کی نماز کے بطلان کا فیصلہ فرماتے تھے جو رکوع اور سجدہ میں اپنی پشت سیدھی نہیں کرتا ہے اور آپ نے مسیٰ صلاۃ کو سجدہ میں طمانیت کا حکم دیا۔ نیز آپ فرماتے تھے: ”طمانیت اختیار نہ کرنے والا بدترین چور ہے۔“

طمانیت یہ ہے کہ سجدہ مذکورہ سات اعضاء پر ہو، ساتھ ہی دونوں ہتھیلیاں اس طرح پھیلا کر قبلہ رخ رکھی جائیں کہ انگلیاں باہم متصل ہوں اور کبھی مونڈھوں کے بالمقابل اور کبھی کان کے بالمقابل رہیں، نیز پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ ہوں اور دونوں پاؤں اس طرح کھڑے کئے جائیں کہ ایڑیاں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہوں، ساتھ ہی بازو زمین سے بلند ہوں اور ان کے اور پہلوؤں کے درمیان اتنا فاصلہ ہو کہ بغل کی سفیدی نظر آئے نیز اسی حالت میں ہر ہڈی اپنے اصلی مقام تک لوٹ جائے اور زمین تک پہنچنے والے اعضاء اس سے پوری طرح متصل ہو جائیں۔

۳- سجدہ کی کیفیت میں غلطیاں

سابقہ خطا پر ہماری گفتگو سے صحیح سجدہ کی صفت واضح ہو گئی،

بعض مصلیان متعدد غلطیوں میں اس طرح پڑتے ہیں کہ سجدہ نبوی کی کیفیت سے وہ دور ہٹ جاتے اور کچھ لوگ بعض منہیات کے بھی مرتکب ہوتے ہیں۔ حالانکہ وہ رب العالمین سے حد درجہ فریب ہوتے۔ اس کی تفصیل ملاحظہ ہو:

بعض مصلیان سجدہ میں بازوؤں اور پہلوؤں کے درمیان علیحدگی کی سنت ترک کرتے ہیں۔ اس کی مشروع کیفیت یہ ہے کہ پیٹ کو دونوں رانوں سے بلند رکھا جائے اور بازوؤں کو دونوں پہلوؤں سے پڑوسی پر تضییق کے بغیر ممکن حد تک دور رکھا جائے، اور ان کو زمین سے بلند رکھا جائے۔ نیز ہتھیلیوں کو مونڈھوں یا کان کے بالمقابل رکھا جائے نہ کہ گھٹنوں کے۔ لیکن مذکورہ علاحدگی میں اتنا زیادہ مبالغہ نہ ہو کہ پیٹھ کو بتکلف اس قدر دراز کیا جائے کہ سر اگلی صف تک پہنچ جائے۔ جیسا کہ پیٹ کے بل لیٹنے والے کی یمت ہوتی ہے، اس سے سجدہ میں پشت کو دراز کرنے اور سمیٹنے کے درمیان عدم اعتدال کی غلطی نمایاں ہو جاتی ہے۔

بعض مصلیان نماز میں ہوتے ہوئے بھی جانوروں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں جو نماز کی تحقیر اور اس کی طرف سے بے توجہی کی غماز ہے۔ چنانچہ وہ نماز پڑھتے ہیں اس حال میں کہ وہ لومڑی کی طرح التفات کرتے یا درندے کی طرح سجدہ میں بازوؤں کو بچھاتے ہیں اور

کوے کی طرح اس میں چونچ مارتے ہیں، یا مسجد میں کسی خاص جگہ کو متعین کر لیتے ہیں جیسے اونٹ متعین کر لیتا ہے یا کتے کی طرح اقعاء کرتے یا گھوڑوں کی دم کی طرح بوقت سلام دائیں بائیں ہاتھوں کو اٹھاتے ہیں۔ علامہ ابن قیم فرماتے ہیں: ”شریعت اسلامیہ میں کفار، حیوانات، شیاطین، عورتیں، اعراب اور ہر ناقص کی تشبیہ سے ممانعت وارد ہوئی ہے۔ حتیٰ کہ نماز میں مختلف قسم کے حیوانات کی مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ جس کا کلی یا اکثریتی طور پر جہال مرتکب ہوتے ہیں۔“

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «اعْتَدِلُوا فِي السُّجُودِ، وَلَا يَبْسُطْ أَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ انْبِسَاطَ الْكَلْبِ».

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”تم لوگ سجدہ میں اعتدال اختیار کرو، تم میں کوئی اپنے بازو کتے کی طرح نہ بچھائے“ (۵۷)۔ لیکن افسوس کہ بحالت سجدہ دونوں

(۵۷) صحیح بخاری (۱۵/۲) کتاب مواقیح الصلاة: باب المصلیٰ سیاجی ربہ عز و جل (۵۳۲)، (۳۰۱/۲) کتاب الاذان: باب لا یفترش ذراعیہ فی السجود (۸۲۲) صحیح مسلم (۱/۳۵۵) کتاب الصلاة: باب الاعتدال فی السجود ووضع الکفین علی الارض الخ (۲۹۳) سنن ابوداؤد (۵۵۳/۱) تفریح ابواب الروع والسجود: باب صفة السجود (۸۹۷) جامع ترمذی (۲۳۳/۱) ابواب الصلاة: باب ماجاء فی

پاؤں کھڑا کرنے اور انھیں ایڑیوں کے بعض حصے کے ساتھ ملانے نیز انگلیوں کے بعض اطراف کو قبلہ رخ کرنے کی سنت بیشتر لوگوں کے یہاں متروک ہو چکی ہے۔ شاید ان سطور کو پڑھنے کے بعد وہ اس پر عمل پیرا ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم تمام کو نبی اکرم ﷺ اور آپ کے جملہ اصحاب کی سنت پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ (آمین)۔

اسی طرح انگلیوں کو سمیٹ کر مٹھی باندھنے کی کیفیت میں سجدہ کرنا اور ایک پاؤں کو دوسرے پر رکھنا ایسی غلطی ہے جس میں بیشتر لوگ ملوث ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ان کو حق و صواب کی ہدایت دے (آمین)۔

۴۔ بعض کا اعضاء سجدہ کے کھلا رکھنے یا زمین یا اس کی کسی قسم پر بغیر حائل کے سجدہ کو واجب قرار دینا۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي شِدَّةِ الْحَرِّ، فَإِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَحَدُنَا أَنْ يُمَكِّنَ جَبْهَتَهُ مِنَ الْأَرْضِ بَسَطَ تَوْبَهُ، فَسَجَدَ عَلَيْهِ.

الاعتدال فی السجود، سنن نسائی (۱۴۳/۲) کتاب الافتتاح: الاعتدال فی الركوع (۱۶۹/۲) کتاب التطیق: باب الاعتدال فی السجود، سنن دارمی (۳۱۲/۶) کتاب الصلاة: باب التبی عن الافتراض ونقرة الغراب (۱۴۳۸) مسند احمد (۱/۳) (۰۹، ۱۱۵، ۱۷۷، ۱۷۹، ۱۹۱، ۲۱۴، ۲۷۴، ۲۷۹، ۲۹۱)

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سخت گرمی میں نماز پڑھتے اور جب ہم میں سے کوئی اپنی پیشانی زمین سے چپکانے کی طاقت نہیں رکھتا تو اپنا کپڑا بچھا کر اس پر سجدہ کرتا (۵۸)۔

علامہ شوکانی فرماتے ہیں: اس حدیث سے نمازی سے متصل کپڑے پر سجدہ کرنے کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے (۵۹)۔

امام نووی فرماتے ہیں: کہ یہی موقف امام ابو حنیفہ اور جمہور اہل علم کا ہے۔ البتہ امام شافعی نے اسے ثوب منفصل پر محمول کیا ہے (۶۰)۔

(۵۸) صحیح بخاری (۱/۲۹۲، ۲۲-۲۳، ۳/۸۰) کتاب الصلاة: باب السجود علی الثوب فی شدة الحر (۳۸۵) کتاب مواقیت الصلاة: باب وقت الظهر عند الزوال (۵۴۲) کتاب العمل فی الصلاة: باب بسط الثوب فی الصلاة للسجود (۱۲۰۸) صحیح مسلم (۱/۴۳۳) کتاب المساجد ومواضع الصلاة: باب استحباب تقديم الظهر فی اول الوقت فی غیر شدة الحر (۶۲۰) سنن ابوداؤد (۱/۴۳۰) کتاب الصلاة: باب الرجل یسجد علی ثوبه (۶۶۰) جامع ترمذی (۱/۴۰۵) ابواب الصلاة: باب ما ذکر من الرخصة فی السجود علی الثوب فی الحر والبرد، سنن نسائی (۲/۱۷۱) کتاب التظییق: باب السجود علی الثیاب، سنن ابن ماجہ (۱/۳۲۹) کتاب اقامة الصلاة والسنة فیها: باب السجود علی الثیاب فی الحر والبرد (۱۰۳۳) سنن دارمی (۶/۳۳۵) کتاب الصلاة: باب الرخصة فی السجود علی الثیاب فی الحر والبرد (۱۲۵۳) مسند احمد (۳/۱۰۰)

(۵۹) نیل الاوطار (۲/۲۸۹)

(۶۰) شرح مسلم للنووی (۵/۱۲۱)

۵- سجدہ کرنے کی خاطر مریض کے لئے کوئی شیء اوپر اٹھانا

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: عَادَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِهِ مَرِيضًا وَأَنَا مَعَهُ؛ فَدَخَلَ عَلَيْهِ وَهُوَ يُصَلِّي عَلَى عُوْدٍ؛ فَوَضَعَ جَبْهَتَهُ عَلَى الْعُوْدِ؛ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ؛ فَطَرَاحَ الْعُوْدَ وَأَخَذَ وَسَادَةً؛ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «دَعَهَا عَنْكَ -يَعْنِي: الْوَسَادَةَ- إِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَسْجُدَ عَلَى الْأَرْضِ وَإِلَّا فَأَوْمِ إِيْمَاءً وَاجْعَلْ سُجُودَكَ أَحْفَظَ مِنْ رُكُوعِكَ».

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام میں سے ایک مریض شخص کی عیادت کی، میں بھی آپ کے ساتھ تھا، آپ ان پر اس حال میں داخل ہوئے کہ وہ ایک لکڑی پر نماز پڑھ رہے تھے اور سجدہ میں اپنی پیشانی اسی پر رکھتے تھے، آپ نے ان کی طرف اشارہ کیا تو انھوں نے لکڑی پھینک کر تکیہ لے لیا، تو آپ نے فرمایا: ”اس (یعنی تکیہ) کو بھی ہٹا دو، اگر تم زمین پر سجدہ کرنے کی طاقت رکھتے ہو تو ٹھیک ہے، ورنہ اشارہ سے نماز پڑھو“ اور اپنا سجدہ اپنے رکوع سے کچھ نیچا رکھو^(۶۱)۔

(۶۱) معجم کبیر (۱۲/ ۲۶۹-۲۷۰) (حدیث رقم: ۱۳۸۲)۔ نوٹ: اس حدیث کی سند پر نقد کرتے ہوئے علامہ بیہمی فرماتے ہیں: اس میں حفص بن سلمان منقری موجود ہیں اور وہ متروک ہیں، امام احمد کا صحیح قول تضعیف ہی کا ہے

۶- ”سجود سہو میں سبحان من لایسہو ولاینام“ کہنا

نماز میں عوام کی ایک غلطی اس میں سہو ہونے پر سجود سہو میں بعض کا ”سبحان من لایسہو ولاینام“ پڑھنا ہے اور بعض ﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا﴾ [مریم: ۶۴]۔ یا قول الہی: ﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِن نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا﴾ [البقرة: ۲۸۶]۔ پڑھتے ہیں، شریعت میں ان کی کوئی قابل اعتماد اصل نہیں۔

۷- امام سے سہو کے سبب سے متعلق ایک غلطی

اس مقام پر بعض لوگوں کی اس فکری غلطی کی طرف اشارہ مفید ہے کہ نماز میں امام کے سہو یا اس پر قرأت کے التباس کا سبب تمام مقتدیوں یا بعض کا اچھی طرح طہارت حاصل نہ کرنا ہے، اس سلسلے میں ان کا اعتماد درج ذیل روایت پر ہے۔

، البتہ ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا، مجمع الزوائد (۲ / ۱۵۱)۔ لیکن یہ نقد درست نہیں، اس لئے کہ حفص بن سلمان منقری ثقہ راوی ہیں، امام ابو حاتم نے ان کو ’لا باس بہ‘ امام بخاری، امام نسائی، ابن حبان، ابن شاپین نے ’ثقہ‘ اور امام احمد بن حنبل نے ’صالح‘ کہا ہے، حافظ نے ان کا صرف یہی ایک قول نقل کیا ہے، ملاحظہ ہو: تہذیب التہذیب (۲ / ۴۰۲) ، حافظ نے بھی تقریب میں ان کو ’ثقہ‘ کہا ہے۔ البتہ ضعیف راوی حفص بن سلمان بزاری ہیں جیسا کہ تہذیب میں صراحت ہے۔

عَنْ شَيْبِ بْنِ أَبِي رَوْحٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ صَلَّى صَلَاةَ الصُّبْحِ؛ فَقَرَأَ الرَّوْمَ فَالْتَبَسَ عَلَيْهِ فَلَمَّا صَلَّى قَالَ: «مَا بَالُ أَقْوَامٍ يُصَلُّونَ مَعَنَا لَا يُحْسِنُونَ الطُّهُورَ؛ فَإِنَّمَا يَلْبَسُ عَلَيْنَا الْقُرْآنَ أَوْلَتْكَ».

شیبب ابو روح ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے صبح کی نماز پڑھائی، اس میں سورہ روم کی تلاوت کی، اس میں ان کو التباس ہوا، نماز کی تکمیل کے بعد انھوں نے فرمایا: ”ہمارے ساتھ نماز پڑھنے والوں میں سے بعض کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اچھی طرح طہارت حاصل نہیں کرتے، یہی لوگ ہم پر قرأت کو مشتبہ کرتے ہیں“ (۶۲)۔

(۶۲) سنن نسائی (۱۲/۱۲۰-۱۲۱) کتاب الافتتاح: باب القراءة في الصبح بالروم۔ سنن البانی کی یہ حدیث ضعیف ہے جیسا کہ مؤلف نے صراحت کی ہے، علامہ البانی نے بھی اس کو ضعیف قرار دیا ہے 'ضعیف سنن نسائی' (۳۱)۔ لیکن اس کے ضعف کا سبب وہ نہیں ہے جسے مؤلف نے ذکر کیا ہے، اس لئے کہ شیبب بن نعیم ابو روح حمصی ثقہ راوی ہیں، امام ابن القطان نے ان کو مجہول الحال ضرور قرار دیا ہے لیکن دوسرے محدثین نے ان کی توثیق کی ہے ملاحظہ ہو: تہذیب التہذیب (۴/۳۰۹-۳۱۰)۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجر 'تقریب' میں علماء کے اقوال کا خلاصہ نقل کرتے فرماتے ہیں: 'ثقة من الثالثة اخطأ من عده في الصحابة'۔ بلکہ اس کے ضعف کا سبب عبد الملک بن عمیر ہیں جیسا کہ علامہ البانی نے صراحت کی ہے کہ: اس کے رواۃ ثقہ ہیں بجز عبد الملک بن عمیر کے، کیوں کہ ان کا حافظ متغیر ہو گیا تھا بلکہ ابن معین

یہ حدیث ضعیف ہے، اس میں شبیب سے مراد ابن نعیم اور ایک قول کے مطابق ابن ابی روح، ان کی کنیت ابو روح حمصی ہے، امام ابن القطان فرماتے ہیں کہ ان کی عدالت غیر معروف ہے (۳۳)۔

اس کے علاوہ دوسری علت بھی اس میں موجود ہے، ساتھ ہی فرمان الہی: ﴿وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا﴾ [فصلت: ۴۶] کے ظاہری مفہوم سے متعارض ہے۔

قعدہ، تشہد اور سلام کی چند غلطیاں

نماز کے ارکان میں قعدہ اخیرہ اور تشہد بھی شامل ہیں۔ بعض نمازی ان دونوں میں متعدد غلطیوں کے مرتکب ہوتے ہیں جن پر تشبیہ مناسب ہے۔ اس لیے اللہ کی توفیق و مدد سے درج ذیل سطور ہدیہ ناظرین کی جاتی ہیں:

۱- تشہد میں ”السلام علیک ایھا النبی“ کہنے کی غلطی

امام بخاری نے اپنی صحیح میں نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان

نے کہا ’ ان سے اختلاط ہوتا تھا ’ ابن حجر کہتے ہیں ’ بسا اوقات تدریس کرتے تھے ’ ملاحظہ ہو: مشکوٰۃ المصابیح بتحقیق البانی (۱/۹۷)

(۳۳) تہذیب التہذیب (۴/۳۰۹)

کو ذکر کیا ہے کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو وہ «التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ»..... پڑھے (۶۳)۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے بعض طرق میں وہ الفاظ وارد ہیں جو عہد نبوی اور بعد کے ادوار کے درمیان مغایرت کے متقاضی ہیں کہ آپ کے زمانے میں صحیحہ خطاب اور آپ کے بعد صحیحہ غائب استعمال کیا جائے۔ چنانچہ صحیح بخاری: کتاب الاستیذان (۵۶۱۱) حدیث نمبر (۶۲۶۵) میں بطریق ابو معمر بن مسعود مروی ہے کہ انھوں نے حدیث تشہد کو بیان کرنے کے بعد فرمایا: ”وہو بینا أظهرنا فلما قبض قلنا السلام“ یہ ہم نے اس وقت کہا جب آپ ہمارے درمیان تھے آپ کی وفات کے بعد ہم ”السلام“ (یعنی علی النبی) کہنے لگے، صحیح بخاری میں اسی طرح وارد ہے۔ البتہ ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں نیز سراج، جورقانی، ابو نعیم اصبہانی اور بیہقی نے امام

(۶۳) صحیح بخاری (۳/۲، ۳۲۰، ۳۱۱، ۳۱۱/۴۶، ۱۳، ۱۳۱، ۱۳۱/۳۶۵) کتاب الاذان: باب التشہد فی الآخرة (۸۳۱) باب ما یتخیر من الدعاء بعد التشہد و لیس بواجب (۸۳۵) کتاب العمل فی الصلاة: باب من سئی تو ما وسلم فی الصلاة علی غیرہ مواجهة وهو لا یعلم (۱۲۰۲) کتاب الاستیذان: باب السلام اسم من اسماء اللہ تعالیٰ (۶۲۳۰) کتاب الدعوات: باب الدعاء فی الصلاة (۶۳۲۸) کتاب التوحید: باب قول اللہ تعالیٰ 'السلام المؤمن' (۷۳۸۸)

بخاری کے شیخ ابو نعیم تک متعدد طرق سے حدیث کی تخریج بایں الفاظ کی ہے: آپ ﷺ کی وفات کے بعد ہم نے ”السلام علی النبی“ کہا یعنی لفظ ”یعنی“ کے حذف کے ساتھ، اسی طرح ابن ابی شیبہ نے بھی ابو نعیم سے روایت کی ہے (۶۵)۔

(۶۵) فتح الباری (۲/ ۳۱۴) مذکورہ موقف حضرت عبد اللہ بن مسعود اور بعض صحابہ کا ہے۔ لیکن جمہور صحابہ و تابعین اور عام فقہاء و محدثین اسی تشہد پر متفق ہیں جو مرفوع احادیث سے ثابت ہے، جو خطاب و نداء کے صیغے کے ساتھ مروی ہے، یعنی زمانہ نبوی اور اس کے مابعد کے درمیان عدم مغایرت پر ان کا اتفاق ہے۔ یہی موقف راجح اور قوی ہے، اس لئے کہ تشہد کی احادیث میں وارد قول نبوی 'اذا صلی احدکم' اور 'ولکن قولوا' میں جو خطاب ہے وہ حاضر و غائب نیز ان تمام کو شامل ہے جو قیامت تک آنے والے ہیں جیسا کہ وضو، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ میں خطاب کے صیغے، کوئی بھی ایسی حدیث وارد نہیں جس سے ثابت ہو کہ غائب و معدوم کے لئے دوسرا تشہد ہے۔ نیز طحاوی، بزار اور طبرانی میں عبد اللہ بن زبیر کی روایت اور مسند احمد و طبرانی میں ابن مسعود کی روایت صراحت کرتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا بھی یہی تشہد تھا۔ نیز نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو غائب و حاضر کی تفریق کئے بغیر اسی طرح خطاب و نداء کے صیغے کے ساتھ تشہد سکھلایا، جب کہ ان میں سے بہت سے غزوات و سرایا یا دوسری نوعیت کے سفر پر ہوتے اور بعض مستقل طور پر آپ سے دور سکونت پذیر تھے۔ اس سے یہ بات مبرہن ہو جاتی ہے کہ یہ صیغہ خطاب تبعدی ہے، اس میں عقل و قیاس کی گنجائش نہیں، لہذا عبد اللہ بن مسعود کا قیاس قابل قبول نہیں اور اس صیغہ خطاب و نداء کے اختیار کرنے کو خطا قرار دینا بذات خود خطا فاحش ہے۔

۲- نماز میں تشہد یا درود شریف میں لفظ ”سیدنا“ کی زیادتی کرنا۔

حافظ ابن حجر سے نماز یا غیر نماز میں نبی اکرم ﷺ پر درود کی کیفیت سے متعلق سوال کیا گیا کہ خواہ اس کے وجوب کا اعتقاد ہو یا استحباب کا کیا اس میں آپ ﷺ کو ”سیادۃ“ کے وصف سے متصف کرنا شرط ہے مثلاً یوں کہا جائے ”اللھم صل علی سیدنا محمد“ یا ”علی سید الخلق“ یا ”سید ولد آدم“ یا صرف ”اللھم صل علی محمد“ پر اکتفا کیا جائے۔ نیز دونوں میں سے کون افضل ہے لفظ ”سیادۃ“ کو ذکر کرنا اس لئے کہ آپ کے حق میں ثابت ہے یا اسے ترک کرنا اس لئے کہ حدیث میں وارد نہیں؟۔

آپ نے جو اباً ارشاد فرمایا: جی ہاں ماثور الفاظ کی اتباع راجح ہے، یہ نہیں کہا جا سکتا کہ شاید آپ نے تواضعاً ترک کیا ہو اور امت کے حق میں مندوب ہے کہ جب آپ کا ذکر کرے تو اس کلمہ کو استعمال کرے۔ اس لئے کہ اگر یہی راجح ہوتا تو صحابہ کرام پھر تابعین سے اس کا ثبوت ہوتا۔ جب کہ اس سلسلے میں صحابہ و تابعین سے وارد آثار کی کثرت کے باوجود ان میں سے کسی سے اس کا ثبوت نہیں۔ یہ امام شافعی - اللہ ان کا درجہ بلند کرے۔ جو نبی اکرم ﷺ کی سبب سے زیادہ تعظیم کرنے والے ہیں اپنی اس کتاب کے

خطبے میں جو ان کے اہل مذہب کا اساسی مرجع ہے فرماتے ہیں، اللھم صل علی محمد (۶۶)۔

تنبیہات:

اس مقام پر چند امور کی طرف اشارہ مناسب ہے:

۳- اول: حدیث «لاتسیدونی فی الصلاة» موضوع ہے۔ نیز مذکورہ الفاظ کے مطابق صحیح بھی نہیں ہے۔ صحیح «لاتسودونی» ہے۔ یہ حدیث بالکل بے اصل ہے (۶۷) اور اگر صحیح ہوتی تو ہمارے مذکورہ دعویٰ کی صحت پر دلیل بنتی۔

۴- دوم: اکثر نمازی اپنی نماز میں درود پڑھتے ہوئے درود ابراہیمی کے مشروع صیغوں کے مجموعہ سے گڑھا ہوا صیغہ اختیار کرتے ہیں، چنانچہ ان میں سے بیشتر کہتے ہیں: «اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی

(۶۶) ملاحظہ ہو: صفة الصلاة النبوی (ص: ۷۲-۱۷۳)

(۶۷) متعدد ائمہ نے اس کے موضوع ہونے کی صراحت کی ہے، مثلاً علامہ سخاوی، ملا علی قاری حنفی وغیرہ، نیز علامہ عجلونی نے علامہ ناجی سے نقل کرتے ہوئے صراحت کی ہے کہ یہ حدیث سرا سر جھوٹ اور بہتان ہے۔ عوام اسے بیان کرنے کے ساتھ غلط طور پر یاء کے ساتھ پڑھتے ہیں، صحیح لفظ واو کے ساتھ ہے، کشف الخفاء (۲/۵۴-۳۵۵) موضوعات کبریٰ (ص: ۳۶۵)

مُحَمَّدٌ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَعَلَىٰ آلِ
إِبْرَاهِيمَ فِي الْعَالَمِينَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ” -

لیکن اس طرح گڑھنا شروع نہیں، کیونکہ عبادات میں اصل
توقیف ہے، لہذا ماثور دعاؤں میں زیادتی یا کمی جائز نہیں اور سنت نبویہ
میں کہیں بھی یہ صیغہ وارد نہیں۔ بلکہ یہ درج ذیل دو صیغوں سے ماخوذ
ہے:

۱- اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَىٰ
إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ، اللَّهُمَّ بَارِكْ
عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ
وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ” (۶۸)

۲- “اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأَمِيِّ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا
صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ
عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ فِي الْعَالَمِينَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ” (۶۹)

(۶۸) صحیح بخاری (۴۰۸/۶) کتاب الانبیاء: باب نمبر (۱۰) سنن کبری (۲/ ۲۱۲)

کتاب الصلاة: باب الصلاة على اهل بيت رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَهَم آله (۲۸۵۶)
سنن نسائی (۳/ ۴۰) کتاب السهو: باب كيف الصلاة على النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ

(۶۹) سنن ابوداؤد (۱/ ۶۰۰-۶۰۱) تفریح ابواب الركوع والسجود: باب الصلاة على
النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ بعد التشهد (۹۸۱) سنن کبری (۲/ ۲۱۰) کتاب الصلاة: باب
الصلاة على النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ بعد التشهد (۲۸۴۹)، یہ حدیث حسن ہے جیسا کہ علامہ

۵- سوم:

تعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود شریف کا حکم علماء کے درمیان مختلف فیہ ہے۔ لیکن راجح اس کا وجوب ہی ہے، اس کی دلیل فضالہ بن عبیدرضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جس نے اللہ کی تحمید و تمجید نہیں کی اور نبی اکرم ﷺ پر درود بھی نہیں بھیجا تو آپ نے فرمایا: اس نے جلد بازی کی، پھر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اپنے رب کی حمد و ثنا کے ذریعہ آغاز کرے، نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے اور اپنی ضرورت اللہ کے سامنے رکھے (۷۰)۔

ہمارے شیخ علامہ البانی نے اپنی کتاب ”صفة صلاة النبي“ (۷۱) میں وجوب ہی کا موقف اختیار کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: واضح رہے کہ یہ حدیث اس تشہد میں درود شریف کے وجوب پر دال ہے۔ اس لئے کہ صحیحہ امر کے ساتھ وارد ہوئی ہے، وجوب ہی کے قائل

البانی نے 'صحیح ابوداؤد' (۱۸۳) میں صراحت کی ہے۔

(۷۰) ۳ مسند احمد (۶/۱۸) سنن ابوداؤد (۲/۱۶۲) تفریح ابواب الوتر: باب الدعاء (۱۳۸۱)۔ علامہ البانی نے حدیث کو صحیح کہا ہے، صحیح سنن ابوداؤد (۲۷۸/۱)

(۷۱) فہ صلاۃ النبی ﷺ، ص: ۱۸۲۔

امام شافعی اور امام احمد (آخری روایت کے مطابق) ہیں، ان سے پہلے صحابہ وغیرہم کی ایک جماعت کا یہی موقف رہا ہے، اس لئے جس نے وجوب کے موقف میں امام شافعی کو شذوذ کی طرف منسوب کیا ہے، اس نے ان کے ساتھ انصاف نہیں کیا ہے۔ جیسا کہ علامہ بیہقی نے اپنی کتاب ”الدر المنضود فی الصلاة والسلام علی صاحب المقام المحمود“ میں واضح کیا ہے (۷۲)۔

۶- چہارم:

ساتھ ہی واضح رہے کہ درود شریف کی مشروعیت تشہد ثانی

(۷۲) علامہ امیر صنعانی نے بھی اس تحقیق کو بے نقاب کیا ہے، ملاحظہ ہو: العدة علی احکام الاحکام شرح العدة (۳/ ۲۰)

نوٹ: یہ مسئلہ کافی حد تک مختلف فیہ ہے، جمہور اہل علم عدم وجوب کے قائل ہیں، ان کے استدلال میں غیر معمولی وزن ہے، البتہ وجوب کا موقف احوط ہے، لیکن اس میں اس حد تک تشدد اختیار کرنا کہ اسے نماز کا رکن قرار دیتے ہوئے اس کے ترک پر بطلان صلاۃ کا فیصلہ کیا جائے درست نہیں، اس لئے کہ وجوب پر جن دلائل سے استدلال ہے ان میں سے کوئی بھی احتمال سے خالی نہیں، جیسا کہ علامہ شوکانی وغیرہ نے مفصل وضاحت فرمائی ہے، نیز فضالہ بن عبید کی مذکورہ حدیث (جس سے مؤلف نے وجوب پر استدلال کیا ہے) بھی اسی امر پر دال ہے، کیوں کہ آپ ﷺ نے ان کو اعادہ کا حکم نہیں دیا، یہی وجہ ہے کہ جمہور کی طرح علامہ شوکانی نے بھی عدم وجوب کا موقف اختیار کیا ہے، ملاحظہ ہو: نیل الاوطار (۲/ ۲۹۵ تا ۳۰۰)۔

کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ یہ تشہد اول میں بھی مشروع ہے (۷۳)

(۷۳) اس مسئلہ میں مذکورہ موقف کے خلاف جمہور سلف و خلف کا اتفاق ہے، میرے علم کی حد تک قدیم علماء میں صرف امام شافعی اور ان کے اصحاب نے یہ موقف اختیار کیا ہے، البتہ جدید علماء میں مصنف کی طرح شیخ ابن باز اور بعض دیگر سعودی علماء اس کی مشروعیت و استحباب کے قائل ہیں، علامہ شوکانی بھی اسی موقف کی طرف کسی حد تک مائل ہیں، ان لوگوں نے ان تمام احادیث کے عموم سے استدلال کیا ہے جن میں نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھنے کا حکم ہے، ان میں سے بعض میں نماز کی بھی صراحت ہے، ان کا کہنا ہے کہ ان احادیث میں تشہد اول و ثانی کی قید نہیں ہے لہذا یہ حکم دونوں کو عام ہو گا، یہی وجہ ہے کہ حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ نے اپنی تفسیر میں ایک قدم آگے بڑھاتے ہوئے اس کو واجب قرار دے دیا۔ لیکن از روئے تحقیق یہ موقف مرجوح ہے، وجوب تو بہت دور کی بات ہے۔ سنیت و استحباب پر بھی دلیل قائم نہیں، اس لئے کہ جس عموم سے ان کا استدلال ہے وہ تشہد ثانی کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ درج ذیل صحیح الاسناد حدیثیں صراحت کرتی ہیں:

۱۔ عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے مجھ کو درمیان صلاۃ اور آخر صلاۃ میں تشہد سکھلایا، فرماتے ہیں کہ جب درمیان صلاۃ یا آخر صلاۃ میں اپنے بائیں کولہے پر بیٹھتے تو التحیات لله والصلوۃ... الخ پڑھتے، مزید فرماتے ہیں کہ جب آپ درمیان صلاۃ میں ہوتے تو تشہد سے فراغت کے بعد کھڑے ہو جاتے اور جب آخر صلاۃ میں ہوتے تو اس سے فراغت کے بعد دعاء کرتے، بھر سلام پکھیرتے، مسند احمد (۱/۹۵۴)

یہ حدیث صحیح ہے، اس لئے کہ اس کو امام احمد کے شیخ یعقوب بن ابراہیم بن سعد بن ابراہیم الزہری نے اپنے باپ سے، انھوں نے محمد بن اسحاق بن یسا

ر بن خبار (صاحب مغازی) سے، انھوں نے عبد الرحمن بن اسود بن یزید بن قیس النخعی سے، انھوں نے اپنے باپ اسود سے اور اسود نے عبد اللہ بن مسعود سے روایت کی ہے، اور ان میں سے ہر ایک کا اپنے شیخ سے اتصال حافظ مزی اور ابن حجر کی صراحت مطابق متحقق ہے، نیز ابن حجر و دیگر محدثین کی صراحت کے مطابق ہر ایک ثقہ ہے، صرف ابراہیم بن سعد پر بعض اہل علم کا کلام ہے، لیکن وہ ناقابل اعتبار ہے کیوں کہ ان کے تعلق سے حافظ نے "تقریب" میں صراحت کی ہے: "ثقة حجة تكلم فيه بلا قاذح" البتہ محمد بن اسحاق مدلس راوی ہیں جیسا کہ معروف ہے، لیکن اس سند میں انھوں نے تحدیث کی صراحت کر دی ہے لہذا یہ سند ہر طرح کی علت سے محفوظ ہے، یہی وجہ ہے کہ اپنے وقت کے محدث احمد شاکر نے اس کو صحیح قرار دیا ہے، "مسند احمد بشرح احمد شاکر" (۶/۸۷۱) اور علامہ پیشی نے بھی اس کے رواۃ کی توثیق کی ہے، "مجمع الزوائد" (۲/۵۳۱)۔ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ دو رکعتوں میں تشهد پر زیادتی نہیں کرتے تھے، "مسند ابو یعلیٰ" (۷/۳۳۴)

حدیث کی سند صحیح ہے، اس کو حافظ ابو یعلیٰ کے شیخ ابو معمر اسماعیل بن ابراہیم بن معمر بن حسن الہذلی الہروی نے عبد السلام بن حرب الملائکی سے، انھوں نے بدیل بن میسرۃ العقیلی البصری سے، انھوں نے ابو الجوزاء اوس بن عبد اللہ الربعی البصری سے اور انھوں نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے، اور یہ تمام کے تمام مجمع الزوائد (۲/۵۳۱) میں علامہ پیشی اور تقریب میں حافظ کی صراحت کے مطابق صحیحین کے رواۃ ہیں، اور ان میں سے ہر ایک ثقہ ہے، نیز سند بھی متصل ہے، جیسا کہ حافظ مزی اور ابن حجر نے صراحت کی ہے۔ اسی بنیاد پر مسند ابو یعلیٰ کے فاضل محقق نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ البتہ ابو الجوزاء کے متعلق امام بخاری نے فرمایا: "فی اسنادہ نظر"، امام ابن

حبان اور بعض دیگر محققین نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ امام بخاری نے اپنی تاریخ میں عمرو بن مالک نکری کے واسطے سے ان کی ایک روایت ذکر کرنے کے بعد یہ کہا ہے، اس لئے کہ عمرو ان کے نزدیک ضعیف ہیں، یعنی یہ نقد ابو الجوزاء پر نہیں بلکہ عمرو پر ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اس قول سے امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ: ان کا سماع ابن مسعود اور عائشہ جیسے لوگوں سے ثابت نہیں، حافظ ابن عبد البر نے بھی تمہید میں ذکر کیا ہے کہ انھوں نے عائشہ سے نہیں سنا، ملاحظہ ہو: تہذیب التہذیب (۱/۳۸۲-۳۸۲)

لیکن یہ قول درست نہیں، اس لئے کہ حضرت عائشہ سے ابو الجوزاء کی روایت کو امام مسلم نے اپنی صحیح (۸۹۳) میں اصالة ذکر کیا ہے، گویا کہ امام مسلم کے نزدیک ان کا سماع ان سے ثابت ہے۔ نیز اسی سند کو سنن ابوداؤد (۳۸۷) میں علامہ البانی نے صحیح قرار دیا ہے، گویا کہ اپنے وقت کے ان دو عظیم محدثوں کے نزدیک عدم لقاء کا قول ناقابل اعتبار ہے۔ البتہ زیر بحث حدیث کے متعلق علامہ البانی "صفة صلاة النبي" (۱۰۷۱) میں لکھتے ہیں کہ یہ منکر ہے جیسا کہ میں نے ضعیف (۶۱۸۵) میں تحقیق کی ہے۔ ضعیف کے اس حصہ تک تو میری رسائی نہیں ہو سکی، لیکن علامہ موصوف کا یہ قول از حد تعجب خیز ہے، اس لئے حافظ ابو یعلیٰ کے شیخ اسماعیل بن ابراہیم "جن پر کسی طرح کا کوئی نقد نہیں" کے بعد عبد السلام بن حرب سے عائشہ تک یہ پوری سند سنن ابوداؤد (۶۷۷) میں آئی ہوئی ہے، اور اس سند سے مروی حدیث کے تعلق سے امام ابوداؤد نے صراحت کی ہے کہ: عبد السلام بن حرب کے شیخ بدیل بن میسرہ سے ایک جماعت نے نماز کا یہ واقعہ روایت کیا ہے، لیکن ان کی روایتوں میں اس حدیث کا کوئی بھی حصہ مذکور نہیں۔ امام ابوداؤد کی اس صراحت کے باوجود علامہ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، گویا کہ علامہ موصوف کے نزدیک ابو الجوزاء کا سماع عائشہ سے

ثابت ہے، نیز عبدالسلام بن حرب کی زیادتی ثقہ کی زیادتی ہونے کی باعث مقبول ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اسی سند سے مروی مسند ابو یعلیٰ کی حدیث منکر ہو؟ بالخصوص اس صورت میں کہ ابن مسعود کی حدیث اس کے لئے شاہد قوی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

یہ دونوں حدیثیں اس امر میں صریح ہیں کہ آپ تشہد اول میں تحیات پر زیادتی نہیں کرتے تھے۔ علاوہ ازیں عبداللہ بن مسعود کی درج ذیل روایت بھی دونوں میں تفریق پر دال ہے، وہ فرماتے ہیں: کہ پہلی دو رکعتوں میں رسول اللہ ﷺ اس طرح بیٹھتے تھے جیسے آپ گرم پتھر پر ہوں (ترمذی، ابوداؤد، نسائی)۔ شرح حدیث نے صراحت کی ہے کہ اس سے قعدہ اولیٰ کی تخفیف اور تیسری یا چوتھی رکعت کے لئے کھڑے ہونے میں جلدی کرنا مراد ہے، یعنی آپ اس میں قدر تخفیف کرتے اور اس طرح سرعت کے ساتھ اٹھتے تھے جیسے گرم پتھر پر بیٹھنے والا شخص سرعت اختیار کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ تخفیف اور تفریق اسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے جب تحیات پر اکتفاء کیا جائے۔

مذکورہ تینوں حدیثوں کی روشنی میں یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ درود کے حکم پر مشتمل عمومی روایات تشہد ثانی کے ساتھ مخصوص ہیں، لہذا ان سے اول میں درود کی سنیت و استحباب پر بھی استدلال درست نہیں، چہ جائے کہ وجوب پر استدلال ہو، جب کہ وجوب پر ان کی دلالت تشہد ثانی میں بھی احتمال سے خالی نہیں، جیسا کہ پہلے گذرا۔

واضح رہے کہ حضرت عائشہ کی وہ روایت جس کی تخریج امام بیہقی اور نسائی نے کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ (بعض دفعہ) رات کو ۹ رکعات ادا فرماتے تھے، آٹھویں رکعت میں تشہد میں بیٹھتے تو اس میں اپنے رب سے دعا کرتے اور رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھتے پھر سلام پھیر دیتے)

امام شافعی نے ”کتاب الامم (۷۴)“ میں اس کی تنصیص کی ہے، وہ فرماتے ہیں: قعدہ اولیٰ اور اخیرہ میں تشہد کے الفاظ یکساں ہیں، ان میں اختلاف نہیں، میرے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ تشہد اور درود میں سے کوئی دوسرے کی طرف سے کفایت نہیں کر سکتا۔

۷۔ جس نے سلام سے پہلے حدیث کیا اس کی نماز باطل، ہو جائے گی، فرض نماز ہو یا نفل۔

۸۔ بعض نمازیوں کی ایک غلطی دو رکعت والی نماز یعنی فجر، جمعہ اور نوافل میں تورک کرنا (۷۵) اور چار یا تین رکعتوں والی نماز کے قعدہ

یہ روایت مذکورہ موقف کے خلاف دلیل نہیں بن سکتی گرچہ اس میں تشہد اول میں درود پڑھنے کا ذکر ہے، اس لئے کہ یہ نفل نماز کا واقعہ ہے اور تحقیق و تطویل وغیرہ کے تعلق سے فرض و نفل میں جو فرق ہے وہ محتاج بیان نہیں، یہی وجہ ہے کہ اس میں تشہد اول میں دعاء کا بھی ذکر ہے جب کہ فرائض میں اس کی مشروعیت کا کوئی قائل نہیں، حتیٰ کہ شوافع جو تشہد اول میں درود کے استحباب کے قائل ہیں وہ بھی اس کے بعد دعاء کو مکروہ قرار دیتے ہیں، ”المجموع“ (۳/۲۴۲) اسی لئے پاکستانی محدث علامہ عطاء اللہ بھوجیانی نے اس حدیث سے صرف نفل نماز میں تشہد اول میں درود کے محض جواز پر استدلال کیا ہے، ملاحظہ ہو:

التعلیقات السلفیة (۱/۲۰۲)

(۷۴) (۱۸۱/۱) ۳

(۷۵) اس مسئلہ میں یہی موقف اقرب الی الصواب ہے، اس لئے کہ جامع ترمذی

اخیرہ میں اس کا ترک کرنا ہے۔ گرچہ تورک یا اس کا ترک نماز کی صحت میں مغل نہیں۔ لیکن سنت پر عمل افضل ہے، یعنی تین یا چار رکعت والی نماز کے قعدہ اخیرہ میں تورک کیا جائے بہ شرطے کہ بغل کے نمازیوں پر ترضیق نہ ہو۔

(۱/ ۲۴۰) میں مروی وائل بن حجر کی روایت کہ 'نبی اکرم ﷺ جب تشہد کے لئے بیٹھتے تو بایاں پاؤں بچھاتے اور دایاں پاؤں کھڑا کرتے' اور صحیح مسلم (۱/ ۳۸۵) میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کہ نبی اکرم ﷺ ہر دو رکعت کے بعد درود پڑھتے اور بایاں پاؤں بچھا کر دایاں پاؤں کھڑا کرتے' صراحت کرتی ہے کہ ہر جلوس میں افتراش ہے، اس لئے کہ پہلی روایت میں مطلقاً قعدہ میں افتراش کا ذکر ہے خواہ وہ اول ہو یا آخر، اس کے بعد تسلیم ہو یا نہیں، اس حکم عام سے صرف وہی قعدہ الگ ہو سکتا ہے جس کا استثنا ابو حمید ساعدی کی روایت میں ہے اور ان کی روایت میں صرف ثلاثی اور رباعی نماز کے قعدہ اخیرہ میں تورک کا ذکر ہے، اس حدیث کے بعض طرق کے الفاظ 'فاذا كانت الجلدة التي فيها التسليم' سے بظاہر یہ وہم ضرور ہوتا ہے کہ تورک ہر اس تشہد میں مشروع ہے جس کے بعد سلام ہو، لیکن حدیث کے سیاق سے اس مفہوم کی قطعاً نفی ہوتی ہے کیوں کہ انھوں نے قعدہ اولیٰ میں جلوس کی کیفیت بیان کی کہ آپ ﷺ اس میں افتراش کرتے تھے پھر فرمایا 'فاذا جلس في الركعة الآخرة' اور ابوداؤد (۱/ ۴۶۹) کی روایت میں ہے: 'فاذا جلس في الركعة الرابعة' حدیث کا یہ سیاق اس بات پر صراحتاً دال ہے کہ وہ تشہد جس کے بعد سلام ہو اس سے مراد ثلاثی اور رباعی کا تشہد اخیر ہے۔ اور اس کے علاوہ کسی بھی روایت میں تشہد اول میں تورک کا ثبوت نہیں لہذا درست موقف وہی ہے جسے مؤلف نے اختیار کیا ہے، اسی کو علامہ ابن قیم اور شیخ ابن باز وغیرہ نے راجح قرار دیا ہے۔

۹- ساتویں تشبیہ: تمحیيات ”عباد اللہ الصالحین“ میں صالح کی سب سے مشہور تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد ایسا شخص ہے جو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی بجا آوری کرنے والا ہو، البتہ اس کے درجات متفاوت ہیں، حکیم ترمذی فرماتے ہیں: جو اس سلام سے نصیبہ ور ہونا چاہتا ہے جسے مخلوق نماز میں انجام دیتی ہے تو صالح بندہ بنے، ورنہ وہ اس فضل عظیم سے محروم ہوگا۔

۱۰- آٹھویں تشبیہ: امام قفال اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں

”ترک صلوة کا ضرر تمام مسلمانوں کو پہنچتا ہے اس لئے کہ نمازی لازمی طور پر تشہد میں ”السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین“ کہتا ہے۔ لہذا تارک صلاۃ اللہ تعالیٰ کے حق میں کوتاہ ہونے کے ساتھ اپنے رسول کے حق میں، خود اپنے حق میں اور تمام مسلمانوں کے حق میں کوتاہ ہوگا۔ اسی لئے ترک صلوة کا گناہ عظیم ترین ہے۔

۱۱- نویں تشبیہ: بعض لوگ دونوں سجدہ کے درمیان کی دعا ترک کر کے اس کے بدلے ”اللہم خل عنی“ یا اس جیسی کوئی غیر ثابت شدہ شئی پڑھتے ہیں۔

۱۲- اس شخص پر انکار جو انگشت شہادت کو حرکت دیتا ہے۔

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: لَأَنْظُرَنَّ إِلَى رَسُولِ

اللَّهُ كَيْفَ يُصَلِّي؛ فَنظَرْتُ إِلَيْهِ، فَكَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ... إِلَى أَنْ قَالَ: ثُمَّ قَعَدَ... ثُمَّ رَفَعَ إصْبَعَهُ وَرَأَيْتُهُ يُحَرِّكُهَا، يَدْعُوا بِهَا.

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے ارادہ کیا کہ ضرور نبی اکرم ﷺ کی نماز کی کیفیت دیکھوں گا، تو میں نے دیکھا، آپ نے تکبیر کہی اور رفع یدین کیا... مزید فرمایا: پھر آپ بیٹھے، پھر شہادت کی انگلی اٹھائی اور میں نے دیکھا آپ اس کو حرکت دیتے اور اس کے ذریعہ دعا کرتے تھے (۷۶)۔

یہ صحیح روایت انگلی کو حرکت دینے پر صراحتاً دال ہے۔ نیز نبی اکرم ﷺ کے اس فعل کی کیفیت کا بیان ”یرفع“ کے ذریعہ ہے۔ اور یہ فعل مضارع ہے، جو نمازی کے سلام پھیرنے اور نماز سے فراغت تک اس کے استمرار پر دلالت کرتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا قول ”یدعو بها“ بھی اسی پر دال ہے۔ لہذا فقہا کا رفع کو لفظ جلالہ یا استثنا کے ساتھ مخصوص کرنا خالی از دلیل ہے۔ سابقہ تفصیل کی روشنی میں اس شخص کی غلطی نمایاں ہو جاتی ہے جو مذکورہ مشروع کیفیت پر انگلی کو حرکت دینے والے کی نماز کے بطلان کا فتویٰ دیتا ہے۔ (اخیر میں درج ذیل امور پر تشبیہ ناگزیر ہے)۔

(۷۶) سنن النسائی (۸۸۹)، سنن ابوداؤد (۲۷۶، ۲۷۷)۔

۱۳- پہلی تنبیہ: بعض روایات میں وارد ہے کہ

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ قَاعِدٌ فِي الصَّلَاةِ.... رَافِعًا
إِصْبَعَهُ السَّبَابَةَ، وَقَدْ حَنَاهَا شَيْئًا وَهُوَ يَدْعُو.

میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز میں اس حالت میں بیٹھے
ہوئے دیکھا کہ آپ ﷺ انگشت شہادت اٹھائے ہوئے تھے، اسے
کسی قدر خم کر رکھا تھا اور دعا کر رہے تھے (۷۷) لیکن یہ حدیث سنداً
البتہ اس میں آخری ٹکڑا نہیں ہے۔ ضعیف ہے (۷۸)۔

ہمارے شیخ علامہ البانی فرماتے ہیں: انگلی موڑنے کا ثبوت بجز

(۷۷) صحیح ابن خزمیہ (۳۵۴/۱) کتاب الصلاة: باب حتى السبابة عند الاشارة
بہا (۷۱۶) سنن نسائی (۳۳/۳) کتاب السہو: باب احناء السبابة فی الاشارة سنن
ابوداؤد (۶۰۴/۱) تفریح ابواب الركوع والسجود: باب الاشارة فی التشہد (۹۹۱)
مسند احمد (۴۷۱/۳) سنن ابن ماجہ (۲۹۵/۱) کتاب اقامة الصلاة والسنة فیها
:باب الاشارة فی التشہد (۹۱۱)

(۷۸) اس لئے کہ اس میں مالک بن عمیر خزاعی موجود ہیں، ان کے بارے میں
امام ابن القطان اور ذہبی نے کہا: «لا يعرف حال مالک ولا روى عن ابيه
غيره» تہذیب التہذیب (۲۴/۱۰) حافظ نے بھی 'تقریب' میں ان کے
'دلیل الحدیث' ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اسی بنیاد پر علامہ البانی نے
ضعیف سنن ابی داؤد (۹۶) اور تمام المنۃ (۲۲۲) میں حدیث کی تضعیف کی
ہے، نیز ضعیف سنن نسائی (۴۴) میں 'منکر بزیادة الاحناء' کہا ہے۔

اس حدیث کے مجھے کہیں نہیں ملا، اور چونکہ یہ حدیث ضعیف ہے لہذا یہ عمل مشروع نہیں (۷۹)۔

۱۴- دوسری تشبیہ: بعض روایات میں وارد ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا پھر سجدہ کیا۔ اس کی روشنی میں دونوں سجدوں کے درمیان بھی اشارہ مشروع ہو گا۔ لیکن یہ روایت ان تمام روایتوں کے مخالف ہے جن میں سجدہ کا ذکر اشارہ سے پہلے ہے۔ لہذا یہ روایت شاذ ہو گی اور اس کی بنیاد پر دونوں سجدوں کے درمیان شہادت کی انگلی کو حرکت دینا مصلیٰ کے لئے مشروع نہیں ہو گا۔

۱۵- تیسری تشبیہ: بائیں ہاتھ کے انگشت شہادت سے اشارہ کرنا مکروہ ہے۔ حتیٰ کہ اگر کسی کا داہنا ہاتھ کٹا ہوا ہو تو وہ اشارہ نہیں کرے گا، اس لئے کہ بائیں کو دائمی طور پر پھیلانا ہی سنت ہے۔

۱۶- چوتھی تشبیہ: بعض نمازی انگشت شہادت کو حلقہ کی شکل میں حرکت دیتے ہیں اور یہ تصور رکھتے ہیں کہ ان کے اس فعل کی دلیل وائل بن حجر کی سابقہ حدیث ”کہ نبی اکرم ﷺ“ کو دیکھا، آپ انگوٹھا اور نیچ کی انگلی کا حلقہ بنائے ہوئے تھے۔

لیکن یہ حدیث کا غلط مفہوم ہے، اس کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ ابہام اور وسطیٰ کو حلقہ کی شکل میں رکھتے تھے۔ حرکت میں بعض نمازیوں کی ایک غلطی یہ بھی ہے کہ انگلی اٹھاتے اور گراتے رہتے ہیں یہ فعل طریقہ نبوی کے خلاف ہے، درست موقف انگلی کو اٹھانا اور اسی حالت میں اس کو حرکت دینا ہے خواہ اوپر نیچے ہو یا دائیں بائیں، کیوں کہ تعین کی حدیث ثابت نہیں۔

تین غلطیاں سلام سے متعلق

سلام نماز کے ارکان و فرائض میں سے ایک رکن و فرض ہے، اس کے بغیر نماز درست نہیں، یہی جمہور صحابہ و تابعین اور ان کے بعد علماء کا موقف رہا ہے۔ اس سلسلہ کی چند غلطیاں درج ذیل ہیں:

۱۔ یہ دیکھا جاتا ہے کہ بعض لوگ سلام پھیرنے کے بعد داہنے ہاتھ سے دائیں طرف اور بائیں ہاتھ سے بائیں طرف اشارہ کرتے ہیں، صحابہ کرام شروع میں ایسا کرتے تھے، پھر نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع کر دیا۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمْرَةَ قَالَ: كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ

عَلَيْكُمْ وَسَلَّمَ قُلْنَا: أَسَلَامٌ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ، أَسَلَامٌ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ، وَأَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى الْجَانِبَيْنِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَا لِي أَرَاكُمْ تَرْفَعُونَ أَيْدِيَكُمْ، كَأَنَّهُمَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شَمْسٍ؟» فتركوا الرفع واكتفوا بالتسليم.

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم جب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تو نماز کے اختتام پر دائیں بائیں "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کہتے ہوئے ہاتھ سے اشارہ بھی کرتے تھے۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں اس طرح ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھ رہا ہوں گویا وہ بد کے ہوئے گھوڑوں کی دم ہیں، تو لوگوں نے ہاتھ اٹھانا ترک کر دیا اور سلام پر اکتفا کرنے لگے (۸۰)۔

۱۸- دوسری غلطی: لفظ سلام میں ادراج کرنا، یعنی زیادہ کھینچنا مد نہ کرنا مستحب ہے۔ ابن سید الناس فرماتے ہیں: اس سلسلے میں علماء کے درمیان اختلاف میں نہیں جانتا۔

۱۹- تیسری غلطی: امام ابن تیمیہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص داہنی طرف سلام پھیرنے کے بعد "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" آسائے الفوز بالجنة" اور بائیں طرف سلام پھیرنے کے بعد "السلام علیکم

آسا لک النجاة من النار“ کہتا ہے کیا یہ مکروہ ہے؟۔

آپ نے جواب دیا، الحمد للہ! جی ہاں یہ مکروہ ہے۔ اس لئے کہ یہ بدعت ہے، کیوں کہ نہ تو نبی اکرم ﷺ نے ایسا کیا ہے اور نہ ہی علماء میں سے کسی نے اسے مستحب قرار دیا ہے، نیز یہ نماز میں ایسے مقام پر دعا کا ایجاد کرنا ہے جو اس کا محل نہیں، اس میں سے ایک کے ذریعہ نمازی دونوں سلاموں کے درمیان فصل کرتا ہے۔ نیز دوسرے سے ایک سلام کو متصل کرتا ہے جب کہ کسی کے لئے مشروع صفت میں فصل کرنا جائز نہیں۔ اس کی مثال ویسے ہی ہے جیسے کوئی کہے ”سمع اللہ لمن حمدہ، آسا لک الفوز بالجنتہ، ربنا ولک الحمد آسا لک النجاة من النار“ وغیرہ (۸۱)۔

۲۰۔ بعض لوگ کسی متفق علیہ ناقض وضو مثلاً حدث کے ذریعہ نماز باطل ہو جانے کے بعد بغیر سلام کے نماز سے نہیں نکلتے۔ اس عمل کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ اب کوئی ایسی چیز باقی نہیں رہی جس سے تحلل ہو۔



فہرست مضامین

نبی اکرم ﷺ کی نماز کا طریقہ

9	کامل وضو کرنا
10	قبلہ رخ ہونا، نیت کرنا، اور سامنے سترہ ..
11	تکبیر تحریمہ کہنا
11	رفع یدین کرنا
11	سینہ پر ہاتھ رکھنا
12	نماز شروع کرنے کی چند دعائیں
14	رکوع کی کیفیت اور اسکی دعا
14	رکوع سے اٹھنے کی کیفیت اور
16	پہلا سجدہ
20	دوسرا سجدہ
20	دوسرے سجدے کے بعد بیٹھنا
22	تشہد کی بیٹھک
30	سنن رواتب
33	باجامعت نماز ادا کرنے کی فرضیت

نماز کی صفات سے متعلق غلطیاں

49	قیام سے متعلق نمازیوں کی بعض غلطیاں
50	رکوع اور قومہ کی چند غلطیاں
50	سجدے میں نمازیوں کی بعض غلطیاں
50	قعدہ ، تشہد اور سلام کی چند غلطیاں
51	زبان سے نیت کرنا ، اور تکبیر تحریمہ کے ساتھ ہی اس کی ادائیگی کو واجب قرار دینا
55	قیام میں نمازیوں کی بعض غلطیاں
59	ہاتھوں کا ارسال کرنا یعنی انھیں سینہ پر یا سینہ اور ناف کے درمیان باندھنے کے بجائے چھوڑے رکھنا
63	قرأت فاتحہ سے قبل دعاء افتتاح اور تعوذ کو ترک کرنا
64	سورہ فاتحہ کو مکرر پڑھنا
65	آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا یا اس کو مقام
68	نماز میں آنکھیں بند رکھنا
69	نماز میں حرکت اور لایعنی چیزوں کا بکثرت ارتکاب
71	رکوع اور قومہ کی چند غلطیاں
71	ارکان کو اذکار سے خالی رکھنا
87	سجدہ میں نمازیوں کی غلطیاں

88	اعضائے سجدہ کو پوری طرح زمین پر نہ رکھنا
90	سجدہ میں عدم طمانیت
90	سجدہ کی کیفیت میں غلطیاں
95	سجدہ کرنے کی خاطر مریض کے لئے کوئی شیئ اوپر اٹھانا
96	سجدہ سہو میں ” سبحان من لایسہو ولاینام “ کہنا
96	امام سے سہو کے سبب سے متعلق ایک غلطی
98	قعدہ، تشہد اور سلام کی چند غلطیاں
98	تشہد میں ” السلام علیک ایہا النبی “ کہنے کی غلطی
101	نماز میں تشہد یا درود شریف میں لفظ ” سیدنا “ کی زیادتی کرنا
116	تین غلطیاں سلام سے متعلق
119	فہرست مضامین

IslamHouse.com

 IslamHouseOr

 IslamHouseOR/

 islamhouse.com/or/

 IslamHouseOr/

For more details visit
www.GuideToIslam.com



contact us :Books@guidetoislam.com

 Guidetoislam.org

 [Guidetoislam1](https://twitter.com/Guidetoislam1)

 [Guidetoislam](https://www.youtube.com/Guidetoislam)

 www.Guidetoislam.com



المكتب التعاوني للدعوة وتوعية الجاليات بالربوة

هاتف: +٩٦٦١١٤٤٥٤٩٠٠ فاكس: +٩٦٦١١٤٩٧٠١٣٦ ص ب: ٢٩٤٦٥ الرياض: ١١٤٥٧

ISLAMIC PROPAGATION OFFICE IN RABWAH

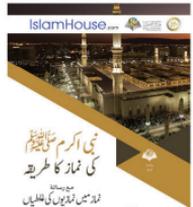
P.O.BOX 29465 RIYADH 11457 TEL: +966 11 4454900 FAX: +966 11 4970126

نبی اکرم ﷺ کی نماز کا طریقہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا طریقہ نامی کتابچہ علامہ ابن باز رحمہ اللہ کی ہے، اس مختصر مفید کتابچے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا مکمل و مدلل طریقہ مسلکی اختلافات سے ہٹ کر بیان کیا گیا ہے، اور اس کے اخیر میں نماز کے بعد پڑھی جانے والی دعائیں و اذکار اور اس کے متعلق بعض اہم مسائل کا ذکر کیا گیا ہے، مؤلف رحمہ اللہ نے اس کتابچے کا مقصد بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ تمام مرد و عورت اس کے مطالعے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مطابق اپنی نماز بنائیں۔

نماز کی صفات سے متعلق غلطیاں

شیخ مشہور حسن سلمان کی یہ کتاب نماز میں نمازیوں کی غلطیاں اپنے موضوع پر انتہائی مفید کتاب ہے، جس کے نام ہی سے اس کتاب کے موضوعات کا علم ہو جاتا ہے، بڑی وضاحت کے ساتھ نمازیوں سے دوران نماز واقع ہونے والی غلطیاں چاہے وہ گھڑے ہوئے اقوال و افعال کے ایجاد کی شکل میں ہو یا بعض ارکان و سنن کو ان کے اصل مقام میں ادا نہ کیا جانے کی صورت میں ہو، یا بگڑی ہوئی شکل میں ادا کی جاتی ہو بیان کیا گیا ہے، اور یہ بات کسی پر پوشیدہ نہیں ہے کہ تلاش حق کی غرض سے عام لوگوں کے سینوں سے غیر درست اعتقاد کا مٹانا بھلائی کی دعوت کا ایک عظیم باب ہے۔



IslamHouse.com



مركز الأصول
Osoul Center
www.osoulcenter.com

